ناصبی را لبغض تو سوئے جہنم رہ نمود
رافضی از حب کاذب در سقر در آمدہ
(فاضل بریلوی)

سیف القادری علیٰ عنق الناصبی

تالیف

سید اشتیاق حسین شاہ القادری الجیلانی

دار العلوم قادریہ جیلانیہ، والتھم سٹو لندن

ناشر:- انجمن خدام قادریہ۔ والتھم سٹو۔ لندن

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم
فرض من اللہ فی القرآن انزلہٗ
کفاکم من عظیم القدر انکم
من لم یصل علیکم لاصلوٰۃ لہٗ
ان کان رفضاً حب آل محمدؐ
فلیشہد الثقلان انی رافض

(سیدنا امام شافعی علیہ الرحمہ)
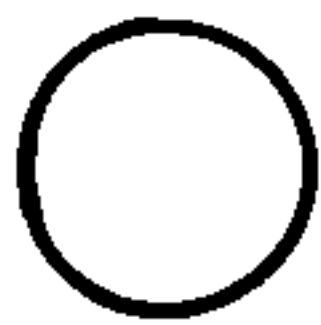
نذر

(بصد ادب و احترام و بصد عجز و نیاز)

بحضور

پنجتن پاک جو مقصد تخلیق کائنات ہیں

؎

بیدم یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات
خیرالنساء حسین و حسن مصطفیٰ علی

(علیہم الصلوۃ والسلام)

بتوسط

پیر طریقت آقائے نعمت سیدی و استاذی
قبلہ عالم شہزادہ غوث اعظم مفکر اسلام
سید عبدالقادر جیلانی دامت برکاتہم القدسیہ

؎ گر قبول افتد زہے عز و شرف

پروردہ خوان اہلبیت رسول
سید اشتیاق حسین شاہ القادری الجیلانی

انتساب

ہر اس شخص کے نام جو ان نفوس قدسیہ (پاکیزہ ہستیوں) کی محبت و مودت کے بندھن میں بندھا ہوا ہو اور صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی تمنا رکھتا ہو۔

خاکپائے اولادِ بتول

سید اشتیاق حسین شاہ
القادری الجیلانی

تقدیم

از قلم حضرت علامہ پیر سید زاہد حسین شاہ صاحب رضوی
صدر مرکزی جماعت اہلسنت برطانیہ و مہتمم جامعہ فاطمیہ
نوٹنگھم

بے حد حمد و ستائش کے لائق خداوند لایزال ہے جس نے کتم عدم سے عالم ہستی کو وجود بخشا۔ پھر تمام عالم ہست و بود کو اپنے محبوب کا دریوزہ گر بنایا۔

لاتعداد تسبیح و تقدیس اس ذات کے لئے ہے جس نے ہر خوبی اور فضل و کمال کو اپنے پیارے حبیب کی امتیاز شان کے لئے وجود بخشا۔

لاتعداد صلوٰۃ و سلام ہوں اس حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اوران کی پاکیزہ آل) پر جو صفوف انبیاء کا امام ہے جس کے وجود باجود سے اس عالم ناپائیدار کی رنگینیاں اور شادابیاں وابستہ ہیں۔ ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

بلکہ ساری کائنات کا وجود سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم کا صدقہ ہے۔

اور لاکھوں سلام و تحسین ہو خانوادہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو مینارہ ہدایت ہیں، جن کے فیض علم سے شریعت و طریقت کے سوتے پھوٹے، جنہوں نے حفاظت اسلام کے لئے زندگیاں صرف کیں اور بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کیا اور جانیں دے کر اس گلشن نعمت کی آبیاری کی جس نعمت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (دنیا سے ظاہراً پردہ فرماتے ہوئے) اپنی آل پاک کے سپرد کیا تھا جس کے لئے امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا

الصلوۃ و السلام) نہ صرف یہ کہ درماندہ احسان ہے بلکہ ان کی محبت و عقیدت کو جزو ایمان سمجھتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ صلحائے امت نے کبھی بھی اہل بیت کی عقیدت کا جؤا اپنی گردنوں سے نہیں اتارا ۔

امت مسلمہ کی انتہائی بد قسمتی رہی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد وہ تشت و افتراق کا شکار ہو گئی ۔ اسلام میں ایسے ایسے فرقوں نے جنم لیا جن کے وجود کا مقصد ہی عمارت اسلام کو پیوست زمین کرنا ہے ۔ جن میں سے کچھ وہ ہوئے ہیں جنہوں نے ان نفوس قدسیہ پر طعن و تشنیع کرنا اپنا جزو ایمان بنا لیا جن کی وجہ سے آج اسلام صحیح صورت میں ہمارے پاس موجود ہے ، جو ہمارے اور سرکار دوعالم علیہ الصلوۃ و السلام کے درمیان پہلا واسطہ ہیں ، جن کی صداقت و عدالت ، خلوص و للہیت کی گواہی اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے ۔ روافض کو چھوڑ کر پوری امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ اور اصول ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر جرح نہیں کی جا سکتی ورنہ شجر اسلام جڑ سے اکھڑ جائیگا ۔ یہ بد قسمتی روافض کے حصہ میں آئی ۔ العیاذ باللہ ۔

دوسرا بدقسمت گروہ نواصب کے نام سے موسوم ہے جن کی تردید و نشاندہی ہر دور میں علمائے حق کا فریضہ رہا ہے ۔ جب کوئی جماعت یا افراد اللہ کے فضل و احسان کے مرہون ہوں تو ان کے حاسدین اور مبغضین کا ہونا ضروری ہے ۔ چنانچہ اہل بیت اطہار ہر دور میں ان لوگوں کی ستم سامانیوں کا شکار رہے ۔ امرائے بنی امیہ نے (الاماشاء اللہ) وہ کون سا ستم تھا جو ان پر روا نہ رکھا ہو اور وہ کون سا ظلم تھا جو ان پر نہ ڈھایا ہو ۔ مگر ان کی ابتلاء و آزمائش کا دور ، دور بنو امیہ کے خاتمہ کے ساتھ بھی ختم نہ ہوا ۔ بنو عباس کے دور میں بھی ان کو اسی سلوک کا سامنا رہا اور وہی ستم رانیاں جاری رہیں جن کا سامنا دور بنو امیہ میں کر چکے تھے ۔

اہل بیت اطہار صرف امراء و سلاطین ہی کا تختہ ۔ مشق نہ رہے بلکہ ہر طبقہ کے حاسدین کے ہاتھوں ان کی عظمت اور ان کی شان مجروح ہوتی رہی اور اب تک اس آزمائش سے گذر رہے ہیں ۔

مذہب مہذب اہل حق اہل سنت و جماعت جن کا امتیازی نشان عظمت اہل بیت کا دفاع اور ان کی محبت و عقیدت ہے ، ان میں بھی کچھ افراد اہل سنت و جماعت کا لبادہ اوڑھ کر اب تک ناصبیت کا فریضہ ادا کرتے ہوئے ناموس اہل بیت سے کھیل رہے ہیں ۔

حال ہی میں ایک ناصبی نے نصب و خروج کا اظہار کرتے ہوئے ایک چھ ورقی رسالہ ان لوگوں کے رد میں لکھ کر چھاپا جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقیدت و محبت میں آئمہ اہل بیت اطہار کو اپنے سلام و تسلیم کا نذرانہ پیش کرتے ہیں ۔ حالانکہ یہ ہمارے اسلاف اور متقدمین کا بلا تنکیر شیوہ رہا اور کسی بھی صاحب علم نے اس سے روگردانی نہیں کی ۔

اگرچہ کچھ علماء اہل سنت نے اپنے ذاتی استدلال کی بنیاد پر اہل بیت اطہار پر لفظ صلوٰۃ کے اطلاق کو مبحث اختلاف سمجھا حالانکہ ہمارے اسلاف میں محدثین ، مجتہدین ، فقہاء بالتبع اور بالاستقلال دونوں صورتوں میں اسے جائز سمجھتے ہیں ۔

لفظ سلام کے بارے میں ہمارے بزرگوں میں سے کسی نے بھی انکار نہیں کیا بلکہ اس عنوان پر اپنی تصانیف کا بیش بہا ذخیرہ چھوڑا ۔

حال ہی میں مولوی محمد ایوب ہزاروی نامی ایک شخص نے اپنے خبث باطن کو ظاہر کرتے ہوئے ایک چھ ورقی رسالہ رقم کیا کہ اہل بیت اطہار پر لفظ سلام کا اطلاق ناجائز ہے ۔

جس کے جواب میں فاضل نوجوان حضرت علامہ پیر سید اشتیاق حسین شاہ قادری گیلانی مدرس دارالعلوم قادریہ جیلانیہ، والتھم سٹو، لندن، جو کہ شہزادہ غوث اعظم حضرت قبلہ مفکر اسلام مدظلہ العالی کے مرید صادق اور شاگرد رشید ہیں، نے مولوی ایوب ہزاروی کے مذکورہ بالا رسالہ کا رد رقم فرما کر دنیائے سنیت پر عظیم احسان فرمایا ہے۔

راقم الحروف نے قبلہ شاہ صاحب کی کاوشوں کو شروع سے لے کر آخر تک بالاستیعاب پڑھا اور مذہب حق اہل سنت و جماعت کے عین مطابق پایا۔ جس میں موصوف نے نہ صرف یہ کہ تحقیق کا حق ادا کیا ہے بلکہ مولوی ایوب ہزاروی کے علمی گھمنڈ کو سر بازار ریزہ ریزہ کر کے بکھیر دیا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شاہ صاحب کے علم و عمل میں مزید اضافہ اور ترقی عطا فرمائے اور احباب اہل سنت کو یہ کتاب مستطاب پڑھ کر جادہ حق سے برگشتہ ہونے سے بچائے اور صراط مستقیم پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

(حضرت علامہ پیر) سید زاہد حسین شاہ رضوی

صدر مرکزی جماعت اہل سنت برطانیہ

و

مہتمم جامعہ فاطمیہ، نوٹنگھم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ ــــــــ اظہار حقیقت ــــــــ عزم مصمم

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت فرض اور مدار یمان و نجات ہے اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ اہل بیت رسولؐ کی محبت بھی رسول اللہ صلی للہ علیہ و آلہ وسلم ہی کی محبت ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت فرض اور اصل ایمان ہوئی تو اھل بیت رسول (حضور کی اولاد) کی محبت بھی فرض اور جزو ایمان ہو گی۔

اور یہ بھی یاد رکھئیے کہ جس طرح اھل بیت رسولؐ سے محبت اور مودت رکھنا جان ایمان ہے۔ اسی طرح اہل بیت رسولؐ کے دشمنوں اور گستاخوں سے عداوت و نفرت رکھنا بھی عین ایمان ہے۔

سرکاردوعالمؐ نے فرمایا ہے کہ جو ہمارے اھل بیت سے دشمنی اور بغض رکھتا ہے وہ ہمارے ساتھ عداوت اور بغض رکھتا ہے۔ اور جو ہمارے ساتھ عداوت رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ سے دشمنی رکھتا ہے۔

اب آپ خود ہی فیصلہ فرمالیجئے کہ دشمن رسولؐ اور مبغوض خدا سے نفرت و عداوت ضروری ہے کہ ہنیں؟

قرآن و حدیث کی بیشمار نصوص محبت اھل بیت رسولؐ کی فرضیت اور خانوادہ ، رسول کے ساتھ بغض و عداوت رکھنے کی حرمت (حرام ہونے) پر دلالت کرتی ہیں نیز ان میں خاندان نبوت کے ساتھ بغض و عداوت رکھنے والوں کے لئے سخت وعیدیں بھی موجود ہیں۔

صح انہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال "والذی نفسی بیدہ لا یبغضنا اھل البیت احد الا ادخلہ اللہ النار"۔

(مستدرک حاکم صفحہ ۱۵۰/ ۳، خصائص کبریٰ صفحہ ۲۶۶ ج ۲، الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۶۴)

یہ حدیث صحیح ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا: اس خدا کی قسم جس کے قبضہ ، قدرت میں میری جان ہے ، ہم اہل بیت سے کوئی بغض ہنیں رکھے گا۔ مگر اللہ اسے آگ میں ڈال دے گا۔

لیکن برا ہو شقاوت و بد بختی کا کہ ازل سے جن کے مقدر میں لکھی جا چکی ہے۔ ان کے سینوں میں بغض و عنادِ اہل بیت کی آگ ہمیشہ سے بھڑک رہی ہے۔ چنانچہ شروع ہی سے منافقین کا شعار رہا ہے کہ وہ اہل بیت رسولؐ خصوصاً مولائے کائنات حضرت علیؑ کے ساتھ بغض و عناد رکھتے ہیں۔

علامہ ابن حجر مکی المتوفی سنہ ۹۷۴ ہجری فرماتے ہیں کہ امام احمد اور ترمذی نے حضرت جابرؓ سے روایت بیان کی ہے: "واخرج ھو والترمذی عن جابر: ماکنا نعرف المنافقین الا ببغضھم علیاً"۔ (الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۶۵)

فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغض رکھنا منافق کی علامت تھی۔

معلوم ہوتا ہے کہ خیر القرون میں بھی دشمنان علی کی کچھ کمی نہ تھی۔ مزید تائید کے لئے مندرجہ ذیل روایت بھی ملاحظہ فرمائیے۔

ان عمر راء ی رجلا یقع فی علی فقال "ویحک اء تعرف علیاً هذا ابن عمہ و اشار الی قبره صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم واللہ ما اذیت الا هذا فی قبره" (الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۷)

حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ حضرت علیؓ کی مذمت کر رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: افسوس تجھ پر کیا تو (حضرت) علی کو نہیں پہچانتا کہ وہ حضور سید عالمؐ کے چچا کے بیٹے ہیں اور حضورؐ کی قبر انور کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: خدا کی قسم تو نے (حضرت علی کی مذمت کر کے) ان کو ایذا و تکلیف پہنچائی ہے جو اس قبر میں آرام فرما ہیں۔

مولائے کائنات سے دشمنی کا نام نصب ہے۔ " النصب ھو بغض علی (تدریب الراوی) اور جو شخص اہل بیت رسولؐ خصوصاً مولائے کائنات سے دشمنی رکھے اسے ناصبی کہا جاتا ہے۔

خلافت راشدہ کے بعد جب بنو امیہ کا دور حکومت شروع ہوا تو سرکاری سرپرستی میں نواصب نے خوب ترقی کی یہاں تک کہ جمعہ کے خطبوں میں منبر رسولؐ پر کھڑے ہو کر حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام پر سب و شتم (گالی گلوچ) کیا جانے لگا۔
بعض لوگوں کو خوش فہمی ہوئی ہے کہ سلطنت بنو امیہ کے خاتمہ کے ساتھ ہی فرقہ نواصب بھی صفحہ ہستی سے بالکل ناپید ہوگیا تھا لیکن یہ محض وہم ہے۔

بنو امیہ کی حکومت کے خاتمہ کے بعد بھی دمشق اور سلطنت اسلامیہ کے اطراف و اکناف میں ناصبی پھیلے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے عباسیوں کو بھی یہ باور کرا کر کہ آل علی اور

اہل بیت رسولؐ تمہاری خلافت کے لئے خطرہ ہیں ، کسی وقت بھی تمہارا تختہ الٹ سکتے ہیں ، ان میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کر لیا اور وزارتیں تک حاصل کر لیں ۔ چنانچہ معتضد باللہ عباسی کا وزیر عبداللہ بن وہب ناصبی تھا ۔ ابن کثیر لکھتے ہیں :

ان هذالوزير كان ناصبياً يكفر علياً (البدایہ و النہایہ ج ۱۱ ص ۷۶)

یہ وزیر ناصبی تھا علی (علیہ السلام) کو کافر کہتا تھا ۔ (معاذ اللہ)

بایں وجہ بنو عباس کے بعض خلفاء بھی بنو امیہ کی روش پر متعصب ناصبی بن گئے ۔ اس کی ایک مثال متوکل باللہ عباسی خلیفہ کا امام حسین علیہ السلام کے مشہد مبارک کو مہندم کرنا ہے ۔ بشمول ابن کثیر تقریباً تمام مؤرخین نے اپنی اپنی کتابوں میں اس روح فرسا سانحے کا ذکر کیا ہے کہ سنہ ۲۳۶ ہجری میں متوکل باللہ عباسی خلیفہ کی طرف سے امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کو مہندم کرنے کا حکم دیا گیا ۔ چنانچہ اس پر سختی سے عمل درآمد ہوا ، قبر مبارک کو اکھیڑ کر زمین کے ساتھ ہموار کر دیا گیا اور یہاں کھیتی باڑی کا کام شروع کر دیا گیا اور قبر شریف پر پانی چھوڑ دیا گیا ۔

سنہ ۲۴۴ ہجری میں متوکل نے اپنے لڑکوں کے استاد علامہ یعقوب بن سکیت کو قتل کرا دیا اس کا واقعہ یہ ہے کہ متوکل نے ایک دن اپنے لڑکوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میرے یہ دونوں بیٹے افضل اور اچھے ہیں یا علی کے بیٹے (امام) حسن و حسین ۔ علامہ یعقوب نے کہا کہ تیرے بیٹوں سے تو حضرت علیؑ کا غلام قنبر ہی اچھا تھا ۔ یہ سن کر متوکل نے علامہ یعقوب کی زبان گدی سے کھنچوا دی اور یوں انہوں نے جام شہادت نوش کیا ۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی)

بر صغیر پاک و ہند میں بھی نواصب کے ناپاک وجود کا سراغ ملتا ہے۔ چنانچہ تیرھویں صدی ہجری میں پشتو زبان میں مذمت علی میں ایک کتاب لکھی گئی۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

حضرت مولائے کائنات شاہ ولایت جناب علی المرتضیٰ نے بذریعہ خواب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو حکم فرمایا کہ اس کا رد لکھیں۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے پشتو زبان میں اس کا رد لکھا۔ (کمالات عزیزی بحوالہ تاریخ نواصب)

اس مختصر سی بحث سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ نواصب کا وجود نامسعود ہر دور میں رہا ہے۔

آج کا دور خوارج و نواصب کی ریشہ دوانیوں کا سب سے ہولناک دور ہے۔ یہ لوگ مختلف ہتھکنڈوں سے اہل اسلام کے دلوں سے اہل بیت رسولؐ کی محبت و عقیدت کی لازوال دولت چھین لینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ دور حاضر کے بعض (نام نہاد) علماء اہل سنت بھی اچانک خارجیت و ناصبیت کی لپیٹ میں آگئے ہیں۔ ان کی تقریروں اور تحریروں سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ناصبیت کے مہلک اور زہریلے اثرات آہستہ آہستہ ان کے رگ و پے میں سرایت کرتے جا رہے ہیں اور عنقریب یہ لوگ بغض سادات کی کامل تصویر بن کر سامنے آنے والے ہیں۔

کس قدر حیرت کی بات ہے کہ یہ لوگ آیت مودت بھی پڑھتے ہیں اور لوگوں کے دلوں سے آل رسولؐ کی محبت بھی نکال دینا چاہتے ہیں۔ آل محمدؐ پر درود و رحمت بھی بھیجتے ہیں اور انہیں اپنے جیسا بھی شمار کرتے ہیں۔

ایک طرف تو رسول اللہ کی نعلین پاک کے غبار کو عرش معلیٰ پر فوقیت دیتے ہیں اور دوسری طرف اولاد رسولؐ (جو کہ براہ راست رسول اللہ کا نور اور خون ہے جس کے متعلق امام اہل سنت فرماتے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا)

کو اعمال کے بل بوتے پر تحت الثریٰ میں لے جانے کی کوشش میں مصروف ہیں ۔ ایک طرف تو اپنی دھوآں دھار تقریروں میں ببانگ دہل اس حقیقت کا پرچار کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین پاک کی ادنیٰ گستاخی اور توہین بھی کفر ہے اور اس کی تعظیم و توقیر فرض اور اس کے ساتھ محبت اور عقیدت رکھنا واجب و ضروری ہے اور اس کی عظمت و رفعت کا عالم یہ ہے کہ ؎

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضورؐ
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

(حسن رضا بریلوی)

مگر دوسری طرف ان کا علم انہیں اولاد رسولؐ کے ساتھ بغض و عناد پر بھی آمادہ کر رہا ہے ان ناصبیت زدہ سنی علماء کی چند عبارات ملاحظہ فرمائیے تاکہ یہ اندازہ لگانے میں آسانی رہے کہ یہ لوگ کس حد تک خارجیت و ناصبیت کے اثرات قبول کر چکے ہیں ۔

چنانچہ مفتی احمد یار خان گجراتی مرآۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسینؑ بقیہ اہل بیت کو قیدی بنانا جیل میں رکھنا یہ بھی محض بناوٹی ہے جو رلانے کے لئے گھڑا گیا ہے ۔ (اجمال ترجمہ اکمال یعنی حالات صحابہؓ و تابعین صفحہ ۱۰۲ ملحق بہ مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۸)

اندازہ فرمائیے کہ کس طرح حقائق کا انکار اور انصاف و دیانت کا خون کیا جارہا ہے ؟ کاش مفتی صاحب نے اپنے شیخ طریقت صدرالافاضل مفتی سید نعیم الدین مرادآبادی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف " سوانح کربلا " کا مطالعہ ہی کر لیا ہوتا ! رافضیوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے خارجیوں و ناصبیوں کا سا انداز فکر اختیار کر لینا کہاں کا انصاف ہے ؟

حقیقت تو یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک رافضیت کا توڑ خارجیت و ناصبیت نہیں بلکہ حقیقی سنیت ہے ۔ اہل سنت کے عقائد میں خارجیوں و ناصبیوں کے عقیدہ کو ضم و مخلوط ہرگز نہیں کیا جا سکتا ۔ اہل سنت ہی وہ واحد جماعت ہے جو بیک وقت رافضیوں کا بھی رد کرتی ہے اور خارجیوں و ناصبیوں کا بھی قلع قمع کرتی ہے ۔ چنانچہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ناصبی تو مولائے کائنات سے دشمنی رکھتے ہیں اور رافضی جھوٹی محبت جتاتے ہیں ۔ لہذا دونوں کا ٹھکانہ جہنم ہے ۔

ناصبی را بغض تو سوئے جہنم رہ نمود
رافضی از حب کاذب در سقر در آمدہ

(حدائق بخشش حصہ دوم ص ۴۵)

اور اہل سنت کا اجماع ہے کہ صحابہ کرام میں افضلیت کی ترکیب یوں ہے کہ ان میں سب سے افضل خلفائے راشدین ہیں ان کے بعد باقی عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر پھر اہل بیعت رضوان پھر باقی صحابہ ۔ چنانچہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ ترتیب فضیلت بیان کرتے ہوئے خلفائے راشدین کے اسمائے گرامی کے بعد لکھتے ہیں:

فبقیۃ العشرۃ المبشرین بالجنۃ ، فاھل البدر ، فباقی اہل بیعۃ الرضوان بالحدیبیہ ، فباقی الصحابہ (صواعق محرقہ ص ۳۲۳)

مولانا امجد علی صاحب اعظمی علیہ الرحمہ مصنف بہار شریعت فرماتے ہیں ۔ کہ خلفائے

اربعہ راشدین کے بعد عشرہ مبشرہ و حضرات حسنین و اصحاب بدر و اصحاب بیعت الرضوان کے لئے افضلیت ہے اور یہ سب قطعی جنتی ہیں ۔ (بہار شریعت حصہ اول صفحہ ۶۰)

یہ امر مخفی نہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے اور قرآن مجید نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والے فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہونے والے کسی صحابی کے برابر نہیں ہو سکتے ۔ " لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا " (القرآن)

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا ۔ (ترجمہ کنزالایمان)

حضرت امیر معاویہؓ کی صحابیت مسلم اور صحابی رسولؐ ہونے کی وجہ سے ان کی عظمت بجا تاہم آپ ہی بتائیے کہ حضرت امیر معاویہؓ حضرت علی المرتضیٰؓ کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں ؟ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلویؒ فرماتے ہیں

" رہے امیر معاویہ تو ان کا درجہ ان سب کے بعد ہے ۔ رہا حضرت مولا علی کے مقام رفیع و شان منیع تک پہنچنا تو ان سے وہ دور دراز منزلیں ہیں جن میں ہزاروں ہزار رہوار برق کردار تھک رہیں اور قطع مسافت نہ کر سکیں " ۔ نیز امام اہل سنت فرماتے ہیں

ع

کے رسد مولا بمہر تابناکت نجم شام
گو بنور صحبت او صبح انور آمدہ

(حدائق بخشش حصہ دوم صفحہ ۴۵)

مگر ہمارے دور کے چند (ناصبی) سنی بزرگ اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ وہ بہر حال حضرت امیر معاویہ کو حضرت علی کے برابر کر کے ہی دم لیں گے ۔ چنانچہ ایک بزرگ حضرت معاویہ کو ان تمام فضائل وکمالات کا حامل بتا رہے ہیں جو فضائل وکمالات حضرت علی میں تھے ۔ ملاحظہ فرمائیے:

" پھر جبکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت ہر قرن اور ہر طبقہ میں مسلم رہی تو ماننا پڑے گا کہ قرآن کریم اور حدیث شریف میں جو مناقب و محامد اور فضائل وکمالات صحابہ کے وارد ہوئے ہیں وہ سب کے سب ان کی ذات میں موجود تھے ۔ (عقائد الاسلام صفحہ ۲۹۱ از مفتی خلیل خان صاحب برکاتی)

اس تحریر سے یہ بات تو طے ہی ہے کہ جو فضائل و مناقب حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کو شامل تھے وہ تمام کے تمام حضرت امیر معاویہ میں موجود تھے ۔ تاہم بات آگے بڑھی تو ایک اور صاحب نے یہ روایت لکھ ماری کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: معاویہ بن ابو سفیان میری امت میں سب سے زیادہ بردبار اور سخی ہیں (سیدنا صدیق اکبر صفحہ ۱۳۷ از مفتی غلام سرور رضوی)

ایک اور (ناصبی) سنی بزرگ نے امام نسائی کی عبارت پر ہاتھ صاف کیا ہے ۔ امام نسائی نے اہل دمشق کے سامنے حضرت علی المرتضیٰ کے فضائل بیان کئے تو ناصبیوں نے کہا ۔ حضرت معاویہ کے فضائل بھی بیان کریں ۔ انہوں نے کہا کیا حضرت امیر معاویہ اس بات پر راضی نہیں کہ ان کی نجات ہی ہو جائے ۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ ناصبیوں نے ان کی اس قدر پٹائی کی کہ انہی ضربات کی وجہ سے شہید ہو گئے ۔ مگر موصوف مذکور نے امام نسائی کی اس عبارت کا ترجمہ یوں کیا ہے ۔

"کیا معاویہ کا علی کے برابر ہونا کافی نہیں جو تم برتری کا سوال کرتے ہو" (تذکرۃ المحدثین صفحہ ۲۹۴ از علامہ غلام رسول سعیدی)

حضرت علی کو گرا کر یا حضرت امیر معاویہ کو اٹھا کر حضرت علی کے برابر لے جانا اس امر کی واضح ترین دلیل ہے کہ یہ لوگ کسی طرح بھی گوارا نہیں کرتے کہ خاندان رسولؐ کا کوئی شرف یا کوئی امتیاز باقی رہ جائے۔

ان لوگوں کے ارادوں کو تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے تاہم ان کی عبارات سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ تو یہی ہے کہ خانوادہ رسولؐ کو اللہ رب العزت اور رسول اللہؐ کے دربار اقدس سے جو اعزازات حاصل ہوئے ہیں انہیں سبو تاژ کرتے ہوئے یا تو ان سے چھین کر دوسروں کی جھولی میں ڈال دیں یا پھر انہیں تو بہر حال محروم کر دیں۔

حالانکہ یہ محض سفیہانہ تصور ہے اس لئے کہ جب تک اللہ تبارک و تعالیٰ کی محفوظ کردہ کتاب قرآن مجید باقی ہے اور جب تک حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ موجود ہیں ایسا تصور کبھی حقیقت کا رنگ اختیار نہیں کر سکتا۔

ایک اور مولوی صاحب جو یہاں برطانیہ میں مقیم ہیں انہوں نے قلم اٹھایا تو انہیں کائنات میں کوئی ایسی اعتقادی یا عملی برائی نظر نہ آئی جس کے خلاف وہ قلمی جہاد کرتے اور نہ ہی کوئی ایسا تشنہ تحقیق مضمون ہاتھ آیا جس پر تحقیق و ریسرچ کے گوہر پیش کر کے داد تحسین وصول کرتے۔

ہاں! انہوں نے اپنا سارا زور قلم صرف کیا تو صرف یہ ثابت کرنے کے لئے کہ آئمہ اہل بیت اطہار (خصوصاً حضرت علی و حضرت امام حسین) کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھنا یا کہنا درست نہیں اور یوں کھلے بندوں اپنی ناصبیت کا اظہار کیا۔

چونکہ عوام الناس کے لئے خود میدان تحقیق میں قدم رکھنا انتہائی دشوار ہوتا ہے لہذا وہ تحقیق کے نام پر پیش کی جانے والی ہر بات کو آسانی سے قبول کر لیتے ہیں - ان حالات میں اگر ناپختہ اذہان پراگندہ ہو جائیں تو قطعی طور پر تعجب اور حیرانگی کی بات نہیں - اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ انہیں غلط راہوں پر گامزن ہونے سے بچانے کی حتی المقدور کوشش اور پوری پوری سعی و جہد کی جائے -

" اگرچہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت نصیب فرماتا ہے " تاہم تبلیغ حق بھی ایک اہم ترین فریضہ ہے اور اس فریضہ کی تکمیل کے سلسلہ میں ان نام نہاد محققین (جو اپنی بے جا تحقیق کے پردے میں اغیار کے ہاتھ مضبوط کرنے کی کوشش کرتے ہیں) کے گمراہ کن پروپیگنڈہ کی تکذیب اور حمایت حق و انصاف کو ہم سب سے بڑی عبادت متصور کرتے ہیں -

بعض نادان دوست (کہیں ان کے اپنے دل مریض نہ ہوں ؟) نواصب کے گمراہ کن پروپیگنڈہ کی تردید و تکذیب کو " تشدد " کا نام دیتے ہیں اور بزعم خویش ناصح بن کر ہمیں بھی یہ نصیحت کرتے ہیں کہ یہ راہ اختیار نہیں کرنا چاہئیے - غالباً وہ اس بات سے خائف رہتے ہیں کہ کہیں ان پر رافضیت کی تہمت نہ لگ جائے -

ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ ظنیات کی دنیا سے نکل کر یقین واعتماد کی دنیا میں آ جائیں کیونکہ خارجیت و ناصبیت کی تردید و تکذیب کا نام ہرگز ہرگز رافضیت نہیں بلکہ یہ تو اہل سنت کا اجماعی عقیدہ اور امتیازی نشان ہے کہ خوارج و نواصب اور روافض ہر ایک کے غلط عقائد کی تکذیب کریں نیز احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے ہمیشہ سینہ سپر رہیں -

اگرچہ ہماری اس کاوش سے یہ مشن کماحقہ پورا نہیں ہو سکتا یہ تو نشان منزل ہے ، خارجیت و ناصبیت کا قلع قمع تو جمہور اہل سنت کی شدید گرفت سے ہی ہو سکے گا -

یہ الگ بات ہے کہ ہمارے بزرگوں نے اگر اس طرف التفات نہ بھی فرمایا تو ہم جب بھی زندگی کے آخری سانس تک اس مشن کو جاری رکھیں گے۔ (انشاء اللہ العزیز)

ع

کرو نہ غم کہ ضرورت پڑی تو ہم دیں گے
لہو کا تیل چراغوں کی روشنی کے لئے

اور یقین مانئیے کہ ع:

جنہیں حقیر سمجھ کے بجھا دیا تم نے
یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

بہر حال ہم اپنے ان دوستوں کی خدمت میں یہ گذارش ضرور کریں گے کہ اگر آپ فی الواقع اہل بیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں اور بزعم خویش انہی کا صدقہ کھاتے ہیں تو ان کی عزت و ناموس پر قربان ہونا بھی سیکھیں۔

اگر مسئلہ رؤیت ہلال کے سلسلہ میں آپ کی زبان و قلم حرکت میں آسکتے ہیں اور آپ اس سلسلہ میں تحقیق و ریسرچ کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں تو کم از کم حمایت اہل بیت کے لئے بھی اپنی زبان و قلم کو حرکت میں لائیں۔ ع

تری زد میں اگر ظالم کی گردن آ نہیں سکتی
قلم کی بجلیوں سے پھونک دے اس کے نشیمن کو

احقاق حق اور ابطال باطل کے اہم ترین فریضہ اور ناصبیت کے گمراہ کن پروپیگنڈہ کی تردید و تکذیب اور حمایت اہل بیت کے مقدس مشن کے پیش نظر اس فقیر نے فیصلہ کیا ہے کہ اس نام نہاد ننگ زمانہ محقق کی قلمی بد دیانتیوں کا دامن چاک کیا جائے اور اس نے اپنے رسالہ میں علماء کی عبارات میں قطع و برید کر کے نیز انہیں سیاق و سباق سے جدا

کر کے اپنی مرضی اور پسند کے جو نتائج اخذ کئے ہیں اور یوں عوام کو دھوکہ دینے اور گمراہ کرنے کی مذموم کوشش کی ہے، اس کھلے فراڈ کا پوسٹ مارٹم کیا جائے۔

چونکہ مرتب کا دعویٰ ہے کہ اس نے تو صرف جمہور کے حوالہ جات جمع کئے ہیں لہذا سب سے پہلے مرتب کے پیش کردہ حوالہ جات پر ایک نظر ڈالتے ہوئے ان کا تجزیہ کیا جائے گا تاکہ قارئین پر واضح ہو سکے کہ مرتب نے ان حوالہ جات کو جمع کرنے میں کہاں تک دیانت سے کام لیا ہے، پیش کردہ حوالہ جات کی حیثیت کیا ہے اور وہ مسئلہ زیر بحث میں کس حد تک مفید ہیں۔ نیز مرتب نے کہاں کہاں مکر و فریب سے کام لیتے ہوئے دھوکہ دینے کی مذموم و ناپاک کوشش کی ہے۔

پھر ہم مرتب کے ہی پیش کردہ حوالہ جات میں سے ان مقامات و عبارات کی نشاندہی کریں گے جو ہمارے مذہب و مؤقف کو ثابت کر رہی ہیں۔ (کہ آئمہ اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ "علیہ السلام" کہنا یا لکھنا جائز ہے)

ور آخر میں ہم مرتب کے دعویٰ اور مؤقف (کہ آئمہ اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ "علیہ السلام" کہنا یا لکھنا درست نہیں) کو باطل ثابت کرتے ہوئے مسئلہ زیر بحث مستقل سلام بر آئمہ اہل بیت) کے جواز کو جمہور علمائے امت کے حوالہ جات سے ابت کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز

للہ تبارک و تعالیٰ آپ کو اور مجھے ہمت و طاقت عطا فرمائے کہ ہم خارجیت و ناصبیت اور زیدیت کے سیلاب کے سامنے عشق اولاد رسول کا مضبوط اور مستحکم پشتہ تعمیر کر سکیں۔ ین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ الطاہرین و صحبہ اجمعین۔

مرتب کے رسالہ پر ایک تنقیدی نظر

لیجئے ہم مقصود کی طرف توجہ کرتے ہوئے مرتب کے رسالہ اور اس میں پیش کئے گئے حو
جات کی اصل حقیقت واضح کرتے ہیں ۔ سب سے پہلے مرتب کا مبلغ علم (علمی پوزیشن
ملاحظہ فرمائیے :

مرتب کا مبلغ علم اور اس کے رسالہ کے نام میں خامیوں کی نشاندہی

مولوی صاحب نے جو رسالہ مرتب کیا ہے اس کا نام رکھا ہے " منہج الاذکیاء فی اختصا
الصلوٰۃ و السلام علی الملائکۃ و الانبیاء ۔ یعنی مسئلہ علیہ السلام " ۔ مرتب نے رسالہ کا
عربی زبان میں رکھ کر یہ جتانے کی ناکام کوشش کی ہے کہ اسے عربی زبان پر دسترس اور ء
حاصل ہے مگر یہی کوشش مرتب کی کم علمی اور جہالت کا ثبوت نیز ذلت و رسوائی کا باء
بن گئی ہے ۔ اس اجمال کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ :

۱ عربی زبان میں اختصاص کا صلہ عموماً " با " آتا ہے یا پھر لام استعمال ہوتا ہے
اختصاص کا صلہ " علیٰ " نہیں آتا ۔ کتب لغات کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے :

اختصاص باب افتعال کا مصدر ہے ۔ الاختصاص مصدر اختص (محیط المحیط ص ۲۳۵)
ہم اختص (اختصاص) اور اس کے مجرد باب خص دونوں کا ذکر کرتے ہیں ۔ خص
خصوص ۔ خصوصہ ۔ تخصہ ۔ (ن) { ب } کسی کو کسی چیز کے لئے مخصوص کر :
کسی کے ساتھ کسی کو مخصوص کرنا (بیان اللسان ص ۲۵۴)

(واختصہ بالشیء) اختصاصاً (خصہ بہ فاختص و تخصص لازم متعد) و یقال اختص فلا
بالامر و تخصص لہ اذا انفرد ۔ (تاج العروس للزبیدی ص ۳۸۸ ج ۴)

خصہ بالشیء ۔ یخصہ خصاً و خصوصاً و خصوصیۃ و خصوصیۃ ، الفتح افصح ، و خصیصی و خصہ
واختصہ : افردہ بہ دون غیرہ و یقال : اختص فلان بالامر و تخصص لہ اذا انفرد ۔

وخص غیرہ واختصہ ببرہ، ویقال: فلان مخص بفلان ای خاص بہ (لسان العرب لابن منظور افریقی ص ۲۴ جلد ۷)

خصہ بالشیء خصوصاً وخصوصیۃ والفتح افصح وخصیصی ....
واختصہ بکذا، ای خصہ بہ (الصحاح للجوہری ص ۱۰۳۷ ج ۳)

خص فلان بالشیء .... وکذا یقال خصہ بالود اذا فضلہ بہ علی غیرہ واحبہ دون غیرہ واختصہ بالشیء بمعنی خصہ فاختص بہ ای انفرد لازم متعد ومنہ فی سورۃ البقرۃ! واللہ یختص برحمتہ من یشاء۔ (محیط المحیط للمعلم بطرس البستانی ص ۲۳۵)

قرآن مجید میں بھی اختصاص کا صلہ "با" استعمال ہوا ہے۔ "واللہ یختص برحمتہ من یشاء"

مرتب نے "اختصاص الصلوٰۃ والسلام علی الملائکہ والانبیاء" میں اختصاص کا صلہ "علیٰ" استعمال کیا ہے جو کہ لغوی اعتبار سے سراسر غلط اور مرتب کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مرتب نے اگر "مختصر المعانی" تک ہی کتب درس نظامی پڑھ لی ہوتیں تو کبھی ایسی صریح غلطی کا ارتکاب نہ کرتا۔ مختصر المعانی میں مختلف مقامات پر اختصاص کے مشتقات "با" کے صلہ کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مختصر المعانی ص ۱۰۷ بالاحوال المختصہ بہ، ص ۱۲۶ باسم مختص بہ ص ۱۳۲ باسم مختص بہ)

یہاں تک کہ تخصیص باب تفعیل کا صلہ بھی "با" استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ مختصر المعانی کے شارح مولوی محمد حنیف گنگوہی فاضل دیوبند لکھتے ہیں:۔

" اختصاص اور تخصیص کے معنی انفراد وافراد کے ہیں ۔ قال الراغب التخصیص والاختصاص والتخصص تفرد بعض الشی بما لا یشارکہ فیہ الجملۃ (مفردات راغب ص ۱۴۹ کتاب الخاء)

تخصیص باب تفعیل ہے مفعول ثانی کی جانب با کے ساتھ متعدی ہوتا ہے ۔ جیسے خصصت زیدا بالمال (نیل الامانی شرح مختصر المعانی ص ۲۱۴)

علاوہ ازیں مرتب نے اپنے رسالہ میں جن کتابوں کے حوالے نقل کئے ہیں ان میں بھی اختصاص کا صلہ " با" ہی استعمال ہوا ہے ۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ مرتب نے اصل (عربی) کتابیں ہنیں دیکھیں صرف نقل ماری ہے ۔ لیکن نقل کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ یہاں مفقود ہے ۔ تفصیل درج ذیل ہے ۔

اختصاص ذالک بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (المواہب اللدنیہ ص ۱۲۱ ج ۲) ۔ یہ المواہب اللدنیہ کا وہی مقام ہے جہاں سے مرتب نے اقتباس نقل کیا ہے ۔ اسی طرح خصائص کبریٰ میں بے شمار مقامات پر اختصاص کا صلہ " با " استعمال ہوا ہے ۔ مرتب نے جہاں سے خصائص کبریٰ کی عبارت کا اردو ترجمہ نقل کیا ہے ۔ اس باب کا نام ملاحظہ فرمائیے ۔ اس میں بھی اختصاص " با" کے صلہ کے ساتھ آیا ہے:

" باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بان لہ ان یصلی بلفظ الصلوۃ علی من شاء ۔۔۔۔ "
(خصائص کبریٰ صفحہ ۲۶۲ ج ۲)

یونہی کتاب الشفاء کے جس مقام کی عبارت کا اردو ترجمہ نقل کیا گیا ہے وہیں لفظ اختصاص با کے صلہ کے ساتھ موجود ہے:

مختص بہ (کتاب الشفاء ص ۱۹۱ ج ۲)

حتیٰ کہ مرتب نے اپنے رسالہ میں جو عربی عبارتیں نقل کی ہیں ان میں بھی دو عبارتیں ایسی ہیں جن میں اختصاص کا ماضی اور مضارع " با " کے صلہ کے ساتھ موجود ہے ۔
(اختص بہ ۔ رسالہ ص ۲، یختص بہ ۔ رسالہ ص ۸)

ثابت ہوا کہ مرتب نے رسالہ کا جو نام رکھا ہے وہ نام ہی بنیادی طور پر غلط ہے ۔ ممکن ہے مرتب یہ کہہ کر اس اعتراض سے بچ نکلنے کی کوشش کرے کہ اس نے تو " الصلوٰۃ والسلام علی الملائکہ والانبیاء " کہا ہے جو کہ درست ہے ۔ جیسے یوں کہا جاتا ہے " الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ " ۔

و ہم کہیں گے کہ الصلوٰۃ والسلام علیک میں " علیٰ " الصلوٰۃ والسلام کا متعلق نہیں ۔ جار مجرور ظرف لغو نہیں جو الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہو بلکہ ظرف مستقر ہے جو کہ " نازلہ " مقدر کے متعلق ہے ۔ الصلوٰۃ والسلام تو مبتدا ہے اور نازلہ صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور ظرف مستقر سے مل کر شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ۔

بز ہم کہتے ہیں کہ زیر بحث رسالہ کے نام میں اختصاص مضاف اور الصلوٰۃ والسلام مضاف لیہ ہے ۔ اور یہاں مقصود مضاف (اختصاص) ہے ۔ مضاف الیہ (الصلوٰۃ و السلام) مقصود نہیں یعنی مقصود صلوٰۃ و سلام کا اختصاص ہے نہ کہ خود صلوٰۃ و سلام ۔

بت ہوا ۔ کہ مرتب کے بچ نکلنے کی یہ راہ بھی مسدود ہے لہذا مرتب کے لئے اپنی غلطی سلیم کر لینے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہو گا ۔

رسالہ کے نام " منہج الاذکیاء فی اختصاص الصلوٰۃ و السلام علی الملائکہ والانبیاء " سے ضح ہوتا ہے کہ جو حضرات صلوٰۃ و سلام کو ملائکہ اور انبیاء کے ساتھ خاص مانتے ہیں وہ کیاء ہیں ۔

" اذکیاء " جمع ہے ذکی کی ۔ جس کا معنی ہے تیز ذہن (بیان اللسان ص ۲۹۷) اور اس کی ضد ہے " غبی " جس کا معنی ہے احمق ، کم فہم اور کند ذہن ۔ اس کی جمع ہے " اغبیاء " (بیان اللسان ص ۵۶۷) ۔ دوسرے لفظوں میں جو اس تخصیص و اختصاص کے قائل نہیں وہ مرتب کے نزدیک غبی ہیں (نعوذ باللہ)

حالانکہ ہم (آئندہ صفحات میں) ثابت کریں گے (انشاء اللہ العزیز) کہ علماء امت میں سے بے شمار عظیم شخصیات اس تخصیص و اختصاص کی قائل نہیں بلکہ صلوۃ و سلام علیٰ غیر نبی کے مجوزین میں سے ہیں ۔ ایسے جلیل القدر علماء امت کو اغبیاء تصور کرنا کس قدر سوء ادبی ہے ۔ ؎

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

۳۔ نکتہ لطیفہ: سچ ہی کہتے ہیں کہ ؎

خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

مرتب غیر نبی کے نام کے بعد صلوۃ و سلام لکھنے یا کہنے کا منکر ہے یہاں تک کہ " علی علیہ السلام " لکھنے یا کہنے کا منکر ہے مگر " مسئلہ علیہ السلام " لکھنے اور کہنے کا قائل ہے ۔ گویا کہ مرتب کی عقل (مت) ماری گئی ہے ۔ کہ علی پر علیہ السلام لکھنے اور کہنے کا منکر ہے لیکن مسئلہ پر علیہ السلام (مستقلاً) لکھ رہا ہے ۔

" علی علیہ السلام " لکھنا درست نہیں تو " مسئلہ علیہ السلام " لکھنا کیسے درست ہو گیا ؟ " مسئلہ " بھی تو یقیناً غیر نبی ہے ۔ جب مرتب " مسئلہ " پر سلام بھیج رہا ہے اور " علیہ السلام " لکھ اور کہہ رہا ہے تو خود اس کے اپنے ہی عمل سے اس کا دعویٰ باطل ٹھہرا ۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

یقیناً اب تک آپ پر مرتب کے دعوی، علم و فضل اور تحقیق و ریسرچ کی اصل حقیقت واضح ہو چکی ہوگی۔ اب آگے بڑھتے ہیں۔

مرتب نے اپنے رسالہ کے شروع میں خود ہی سوال قائم کیا ہے کہ "کیا حضرات اہل بیت اطہار سیدنا حضرت علی المرتضیٰ، سیدنا حضرت امام حسن، سیدنا حضرت امام حسین و دیگر آئمہ اطہار وازواج مطہرات رضی اللہ عنہم اجمعین کے اسمائے گرامی کے ساتھ علیہ السلام کہنا یا لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ (رسالہ ص ۱)

جواب ملاحظہ فرمائیے۔ "جمہور علمائے اہل سنت کے نزدیک بغیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے کسی پر مستقلاً صلوۃ وسلام یا صرف سلام کہنا یا لکھنا درست نہیں ۔۔۔۔ (رسالہ ص ۱)

مرتب نے اپنے رسالہ کے آخر میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی دلیل کو کمزور ثابت کرنے کی (ناکام) کوشش کرتے ہوئے بڑے شدومد سے یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ ان کی دلیل دعوی کے مطابق نہیں (حالانکہ ان کی دلیل دعوی کے مطابق ہے۔ آئندہ صفحات پر اس کا ثبوت پیش کیا جارہا ہے)

مگر ادھر مرتب کی اپنی حالت یہ ہے کہ سوال و جواب میں بھی مطابقت نہیں۔ سوال تھا کہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جائز ہے یا نہیں۔

سوال کے مطابق جواب یوں ہونا چاہئے تھا ۔۔۔ "جائز ہے" یا "جائز نہیں" (ناجائز ہے) جب کہ جواب دیا "درست نہیں"۔ بتائیے یہ کون سی اصطلاح ہے؟ نیز اہل علم بخوبی واقف ہیں کہ صرف یوں کہہ دینا کہ "درست نہیں" کسی طرح درست نہیں بلکہ تعیین کی ضرورت ہے۔ مگر ۔۔۔۔۔ مجیب (مرتب) نے ناجائز کی اقسام میں سے کسی قسم کا تعین نہیں کیا۔

مرتب نے کل سترہ (۱۷) حوالے پیش کئے ہیں۔

حوالہ نمبر ۵ یوں ہے "مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں۔ جب کہ وہ دیو بندی ہیں۔

یوں ہی حوالہ نمبر ۷ا ہے کہ السید سابق غیر مقلد لکھتے ہیں ۔ یہاں تو خود ہی واضح کر دیا ہے کہ وہ غیر مقلد (وہابی) ہیں ۔

اسی طرح حوالہ نمبر ۴ ہے کہ حافظ عمادالدین ابن کثیر فرماتے ہیں ۔ جو کہ ابن تیمیہ (امام وہابیہ) کے شاگرد ہیں ۔

ہمیں اس بات پر اعتراض نہیں کہ ان حضرات کے حوالے کیوں پیش کئے گئے ہیں (اور چونکہ مرتب نے ان حضرات کے حوالے نقل کئے ہیں لہذا ہم بھی ان کے اور ان کے ہم مسلک حضرات کے حوالے ذکر کریں گے) ۔ ہاں البتہ ہمیں یہ ضرور کہنا ہے کہ مرتب کا دعویٰ تو تھا " جمہور اہل سنت کے نزدیک ۔۔۔۔ " جبکہ حوالہ جات میں غیر مقلد اور دیابنہ کے حوالے بھی لے آئے ہیں ۔ لہذا ثابت ہوا کہ دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں ۔

علاوہ ازیں مرتب نے حوالہ ذکر کرتے وقت ابن کثیر کے نام کے ساتھ " رحمہ اللہ علیہ " اور " فرماتے ہیں " لکھا ہے ۔ (رسالہ ص ۳)

حافظ ابن کثیر اگرچہ عظیم مؤرخ ، محدث اور مفسر ہیں اور ان کی تفسیر ابن کثیر کو تفسیر بالماثور میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے تاہم وہ ہمارے مسلک کے آدمی نہیں بلکہ ابن تیمیہ (امام وہابیہ) کے روحانی و جسمانی شاگرد رشید ہیں ۔

ابن کثیر کے استاد ابن تیمیہ کے عقائد باطلہ کی ایک مختصر سی جھلک نیز ابن تیمیہ اور ابن کثیر کے تعلق اور ان دونوں کے ہم عقیدہ اور ہم آہنگ ہونے کی شہادت ملاحظہ فرمائیے ۔

استاد:

ابن تیمیہ کے عقائد باطلہ کی ایک مختصر سی جھلک درج ذیل ہے ۔

1. تجسیم باری تعالیٰ کا قائل ہے یعنی خداوند تعالیٰ کے لئے جسم ، ہاتھ ، چہرہ وغیرہ بلا تاویل ثابت کرتا ہے ۔
2. روضہ ، نبوی کی زیارت کو ناجائز کہتا ہے ۔

۳۔ اس کی خصوصی دعوت تھی کہ صالحین کو وسیلہ بنانا جائز نہیں۔

۴۔ صوفیاء کو اپنی کڑی تنقید کا نشانہ بناتا ہے۔ ابن تیمیہ نے یہی نہیں کہ صوفیائے متاخرین پر اعتراض کئے بلکہ اس نے حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت علی بن ابی طالب کو بھی ہدف تنقید بنایا ہے۔

ابن تیمیہ کے انہی عقائد باطلہ کی وجہ سے علماء اسلام نے اسے گمراہ قرار دیا۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ کہ (ترجمہ) اس کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ وہ بدعتوں کا جاری کرنے والا خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا جاہل اور غالی ہے (فتاوی حدیثیہ مؤلفہ امام ابن حجر مکی)

شاگرد

حافظ ابن کثیر کو اساتذہ میں سب سے زیادہ خصوصیت حافظ ابوالحجاج مزی سے تھی۔ دوسرے درجے پر امام ابن تیمیہ سے۔ حافظ مزی نے قابل شاگرد کو اپنی لڑکی کا رشتہ بھی دے دیا تھا۔ مزی چونکہ ابن تیمیہ کے بہت گرویدہ اور ہم مسلک تھے غالباً اسی وجہ سے حافظ ابن کثیر کا امام ابن تیمیہ سے تعلق خاطر ہی نہیں سلسلہ، تلمذ بھی قائم ہو گیا۔ ---- حافظ ابن کثیر شافعی المنتسب ہونے کے باوجود امام ابن تیمیہ کی تحقیقات سے شدید متاثر نظر آتے ہیں ----- چنانچہ ان کی تالیفات میں بہت سے مسائل کی ابن تیمیہ سے ہم نوائی پائی جاتی ہے اور ان کے اصول تحقیق کی جھلک نمایاں ہے۔ ابن کثیر کی استاذ (ابن تیمیہ) سے عقیدت و محبت معلوم کرنی ہو تو البدایہ والنہایہ کی جلد ۱۳، ۱۴ پڑھی جائیں۔ سنہ ۷۷۴ ہجری میں حافظ ابن کثیر فوت ہوئے اور حسب وصیت دمشق کے ایک قبرستان میں ابن تیمیہ کے جوار میں دفن ہوئے (حیات ابن تیمیہ)

ضروری وضاحت

ہمارا دعویٰ و مؤقف و مذہب یہ ہے کہ آئمہ اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ (مستقلاً و ابتداء) علیہ السلام کہنا اور لکھنا جائز اور شرعاً ثابت ہے اور جمہور اہل سنت اس کے قائل ہیں۔

البتہ ناصبی کہتے ہیں (اور مرتب نے بھی انہی کی ترجمانی کی ہے) کہ "علیہ السلام" صرف انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے لئے بولا اور لکھا جا سکتا ہے اس لئے آئمہ اہل بیت اطہار کے اسمائے گرامی کے ساتھ یہ دعائیہ کلمہ لکھنا اور بولنا ممنوع ہے نیز آئمہ اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ اس لفظ کا استعمال شعار روافض ہے۔ لیکن یہ سب باتیں نواصب کی کم علمی و جہالت اور تعصب و عناد کی مظہر ہیں۔ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں محض ظن و تخمین پر مدار ہے۔

ہاں! ہم تسلیم کرتے ہیں کہ صلوۃ علیٰ غیر نبی میں اختلاف ہے۔ طبعاً جواز صلوۃ پر تو سبھی کا اتفاق ہے البتہ مستقل طور پر غیر نبی پر صلوۃ پڑھنے میں اختلاف ہے۔

علماء کی ایک جماعت غیر انبیاء پر جواز صلوۃ کی قائل ہے۔ (علمائے مجوزین کے اقوال عنقریب آپ کے سامنے پیش کئے جائیں گے) جب کہ ایک دوسری جماعت عدم جواز کی قائل ہے۔

پھر بقول امام نووی مانعین میں بھی مراتب نہی میں اختلاف ہے۔ کچھ تو محض ادب کا لحاظ کر کے ممنوع ٹھہراتے ہیں۔ بعض مبالغہ کر کے مکروہ تحریمی کہہ دیتے ہیں اور اصح و اشہر یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے۔ معلوم ہوا کہ مانعین کے نزدیک غیر نبی پر مستقل صلوۃ پڑھنے میں کراہت ہے اور یہ کراہت بھی تنزیہی ہے تحریمی نہیں کہ یہ فعل شنیع اور

قبیح بن جائے اور سختی سے منع کیا جائے ۔ نیز ثابت ہوا کہ کراہت تنزیہی کا قول بھی صلوۃ کے بارے میں ہے سلام کے متعلق ہرگز ہنیں ۔

پانچویں صدی ہجری تک تو یہ اختلاف فقط صلوۃ میں تھا ۔ ابو محمد جوینی المتوفی ۴۳۸ ہجری نے سلام کو بھی اس میں شامل کر دیا ۔ اس سے قبل کسی نے بھی سلام کے مسئلہ میں اختلاف ہنیں کیا ۔ گویا کہ جوینی مسئلہ سلام میں جمہور اہل سنت سے منفرد ہوا ہے ۔ بعد میں آنے والے علماء میں سے اگر کسی نے مسئلہ سلام میں بحث کی ہے تو جوینی کے قول کو ہی بنیاد بنایا ہے اور " قال الجوینی " کہہ کر اس کی نشاندہی بھی کر دی ہے ۔

صاحب تاریخ نواصب لکھتے ہیں کہ جوینی نے اپنی طرف سے جو دلائل وضع کئے اور گھڑ لئے ہیں وہ ہنایت کمزور اور ناقابل احتجاج ہیں ۔ (تاریخ نواصب صفحہ ۱۳۸)

بہر صورت مرتب کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ آئمہ اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام کہنا یا لکھنا درست ہنیں ۔ لہذا وہی حوالہ مرتب کے دعویٰ کے ثبوت کے لئے دلیل بن سکے گا اور بطور حوالہ کارآمد و مفید ہو گا جس میں سلام کی ممانعت ہو اور جس میں صرف صلوۃ یا مجموعہ صلوۃ و سلام کا ذکر ہو وہ کسی طرح بھی مرتب کے دعویٰ کے ثبوت کے لئے کارآمد و مفید نہ ہو گا ۔

مندرجہ بالا وضاحت کو ذہن نشین رکھتے ہوئے مرتب کے پیشکردہ حوالہ جات کا تجزیہ ملاحظہ فرمائیے ۔

مرتب کے پیش کردہ حوالہ جات کا تجزیہ

حوالہ نمبرا:

علامہ اسماعیل حقی کی تفسیر روح البیان کا حوالہ ذکر کیا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ غیر نبی پر صلوۃ تبعاً جائز ہے مگر اکثر کے نزدیک غیر نبی پر مستقل صلوۃ مکروہ تنزیہی ہے۔
معلوم ہوا کہ اکثرون صلوۃ (مستقل) کو مکروہ تنزیہی کہہ رہے ہیں نہ کہ سلام کو۔ ملاحظہ فرمائیے:

اما الصلوۃ علیٰ غیر الانبیاء فتجوز تبعاً ------- ویکرہ استقلالا و ابتداء کراھۃ تنزیہ کما ھوا لصحیح الذی علیہ الاکثرون۔

پیش کردہ عبارت کے آخر میں ذکر کیا گیا ہے کہ سلام بھی صلوۃ کے معنی میں ہے مگر یہ دعوی بلا دلیل ہے۔ اس کا ثبوت کہاں ہے؟
ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ یہ جوینی کا قول ہے (جو کہ پانچویں صدی کا آدمی ہے) کہ سلام بھی صلوۃ کے معنی میں ہے مگر اس کا یہ قول باطل و مردود ہے۔ (تفصیل آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیے)

نیز یہ کہنا کہ علی علیہ السلام نہ کہا جائے اس لئے کہ روافض سے مشابہت لازم آئے گی، یہ بھی باطل ہے اس لئے کہ فی الواقع بروں کی مشابہت امر خیر میں منع نہیں ہے۔

حوالہ نمبر ۲:

اس حوالہ پر تبصرہ نیز اس کا تجزیہ "لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا" کے زیر عنوان ملاحظہ فرمائیے۔

حوالہ نمبر ۳:

علامہ آلوسی بغدادی رحمت اللہ علیہ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں صلوۃ علیٰ غیر الانبیاء کو زیر بحث لاکر اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے اور علیہ السلام کا مسئلہ بھی چھیڑا ہے۔ مرتب کو صرف وہی عبارت نظر آئی جو اس کے خیال میں اس کے مؤقف کے مطابق ہے حالانکہ ابھی ہم واضح کریں گے کہ اس عبارت سے بھی مرتب کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔

علامہ آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں " واما الصلوۃ علیٰ غیر الانبیاء و الملائکہ قد اضطربت فیہا اقوال العلماء فقیل تجوز مطلقاً" ۔ کہ غیر انبیاء اور ملائکہ پر صلوۃ کے مسئلہ میں علماء کے اقوال مضطرب ہیں اور عام علماء نے کہا ہے کہ مطلقاً (بالتبع ہو یا بالاستقلال) جائز ہے اور انہوں نے اپنے مؤقف پر قرآن کی آیت (ھوالذی یصلی علیکم و ملائکتہ کہ وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے) سے استدلال کیا ہے ۔ اور درج ذیل احادیث صحیحہ سے بھی استدلال کیا ہے ۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " اللھم صلی علیٰ آل ابی اوفی " (اے اللہ آل ابی اوفی پر درود بھیج)

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ بلند کر کے ارشاد فرمایا " اللھم اجعل صلواتک و رحمتک علیٰ آل سعد بن عبادۃ " (کہ اے اللہ سعد بن عبادہ کی آل پر اپنا درود اور رحمت بھیج)

۳۔ حضرت جابر کی عورت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ عرض کیا یارسول اللہ مجھ پر اور میرے خاوند پر درود بھیجئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر درود بھیجا۔ (ابن حبان نے اس حدیث کی تصحیح ذکر کی ہے)

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ملائکہ مومن کی روح کیلئے کہتے ہیں۔ صلی اللہ علیک وعلیٰ جسدک۔ (روح المعانی ص ۸۵ ج ۲۲)

مسئلہ سلام پر بحث کرتے ہوئے علامہ حلیمی کا دعوی ذکر کیا ہے کہ سلام بھی صلوۃ کے معنی میں ہے اور یہی عبارت مرتب نے اپنے رسالہ میں درج کی ہے۔ لیکن علامہ حلیمی کے نزدیک مطلق سلام صلوۃ کا ہم معنی نہیں بلکہ وہ " سلام من اللہ " کو بمعنی صلوۃ قرار دے کر اس کا استعمال غیر انبیاء و ملائکہ علیھم السلام کے لئے ممنوع قرار دے رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

اما السلام الذی یقصد بہ الدعاء منا بالتسلیم من اللہ تعالی علی المدعولہ ۔۔۔۔

سلام کی دوسری قسم یہ ہے کہ سلام کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ وہ اپنا سلام اس بندہ پر نازل کرے۔ (روح المعانی۔ رسالہ ص ۲)۔ ثابت ہوا کہ قطعاً سلام من اللہ کو بمعنی صلوۃ قرار دے رہے ہیں اور جو سلام تحیۃ من العباد ہو وہ ان کے نزدیک بمعنی صلوۃ نہیں نہ وہ اسے ممنوع قرار دیتے ہیں۔ لہذا اگر بطور تحیۃ علی علیہ السلام یا حسین علیہ السلام کہا جائے تو ان کے قول پر بھی ممنوع نہ ہوگا۔

حوالہ نمبر ۴:

مرتب نے تفسیر ابن کثیر کی اصل (عربی) عبارت درج نہیں کی صرف اردو ترجمہ نقل

کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ مرتب کے پاس اصل کتاب ہنیں ہے صرف اردو ترجمہ دیکھ کر حوالہ ذکر کر دیا ہے ۔ بہرحال ہم مرتب کے پیش کردہ حوالہ کا مختصر تجزیہ کرتے ہیں ۔

ابن کثیر نے فصل قائم کر کے صلوۃ کی بات چھیڑی ہے ۔ "فصل" اما الصلوۃ علی غیر الانبیاء پھر مسئلہ صلوۃ (نہ کہ سلام) میں اختلاف علماء کا ذکر کیا ہے ۔ اقتباس ملاحظہ فرمائیے: (پہلے ہم اصل عربی عبارت ذکر کریں گے پھر اس کا وہ ترجمہ جو مرتب نے اپنے رسالہ میں کیا ہے)

و انما وقع النزاع فیما اذا افرد غیر الانبیاء بالصلاۃ علیہم فقال قائلون یجوز ذالک ۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۵۱۶ ج ۳)

ہاں صرف غیر نبیوں پر صلوۃ بھیجنے میں اختلاف ہے بعض تو اس کو جائز کہتے ہیں ۔ (رسالہ ص ۳)

ثابت ہوا کہ سلام تو سلام رہا بعض کے نزدیک مستقل صلوۃ علی غیر نبی بھی جائز ہے ۔ پھر جو صلوۃ علی غیر نبی کے جواز میں اختلاف رکھتے ہیں ان کا آپس میں بھی اختلاف ہے ۔ ملاحظہ ہو:

ثم اختلف المانعون من ذالک هل هو من باب التحریم او الکراہۃ التنزیہیہ او خلاف الاولی ؟ ----- والصحیح الذی علیہ الاکثرون انہ مکروہ کراہتہ تنزیہ (تفسیر ابن کثیر ص ۵۱٦ ج ۳)

اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ مخالفت کس درجہ کی ہے ۔ حرمت کے طور پر یا کراہت کے طور پر یا خلاف اولیٰ ----- صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے ۔

آخر میں جوینی کا قول نقل کیا ہے کہ سلام بھی صلوۃ کے معنی میں ہے جس کا رد ہم پہلے ہی کر چکے ہیں ۔

پھر اثر ابن عباس پیش کی ہے ۔ اس میں بھی صلوٰۃ سے ممانعت ہے سلام کی ممانعت نہیں ۔ اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ایک خط کا تذکرہ کیا ہے ۔ اس میں بھی صلوۃ سے ممانعت مذکور ہے سلام کی ممانعت نہیں ۔ نیز حضرت عمر بن عبد العزیز نے اموی حکمرانوں پر ہونے والی صلوۃ کو بند کیا ۔ اہل بیت رسولؐ پر صلوۃ پڑھنے سے منع نہیں کیا چنانچہ علامہ عبد الحلیم جندی لکھتے ہیں کہ علماء سوء نے خطبوں میں اموی حکمرانوں کی حمد و ثناء شروع کر دی (اور ان پر صلوۃ پڑھنے لگے) جب عمر بن عبد العزیز کا دور حکومت شروع ہوا تو انہوں نے حکم دیا کہ اموی حکمرانوں پر پڑھی جانے والی صلوۃ کو بند کیا جائے (امام جعفر صادق ص ۱۲۰)

حوالہ نمبر ۵:

ابتداً اس میں بھی صلوۃ کا ذکر کیا گیا ہے سلام کا ذکر نہیں ہے ۔ اور حضرت ابن عباس کا فتویٰ نقل کیا ہے نیز امام شافعی رحمت اللہ علیہ اور امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے احباب (رحمہم اللہ اجمعین) کا مذہب ذکر کیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک غیر نبی پر مستقل صلوۃ مکروہ ہے ۔ یہ تمام اقوال صلوۃ کے بارے میں ہیں سلام کے بارے میں نہیں

آخر میں انہوں نے بھی جوینی کا رونا رویا ہے کہ سلام بھی صلوۃ کے معنی میں ہے جو کہ صراحتاً باطل ہے ۔ اس سے قبل خود مفتی شفیع صاحب اسی مقام پر صلوۃ و سلام کے معانی بیان کر چکے ہیں ۔ ملاحظہ فرمائیے:

صلوۃ و سلام کے معانی

لفظ صلوۃ عربی زبان میں چند معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ "رحمت، دعا، مدح و ثنا" (معارف القرآن ص ۲۲۱ ج ۷)

اور لفظ سلام مصدر بمعنی السلامت ہے جیسے ملام بمعنی ملامت مستعمل ہوتا ہے اور مراد اس سے نقائص و عیوب اور آفتوں سے سالم رہنا ہے (معارف القرآن ص ۲۲۲ ج ۷)

حوالہ نمبر ۶:

اس میں بھی اختلاف علماء کا ذکر کیا گیا ہے یہاں تک کہ اختلاف کرنے والوں کا آپس میں بھی اختلاف ہے ملاحظہ فرمائیے: "نقل کردہ است طیبی کہ آن خلاف اولیٰ است و بعض گفتہ اند حرام است یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی و متعارف در متقدمین تسلیم بود بر اہل بیت -----"

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غیر نبی پر صلوۃ و سلام خلاف اولیٰ ہے۔ بعض نے کہا حرام ہے۔ کسی نے کہا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔ متقدمین میں اہل بیت پر سلام کہنا متعارف تھا۔

اگر صرف سلام کی بات ہوتی تب تو ایک بات تھی مگر اس میں بھی مجموعہ صلوۃ و سلام کا ذکر ہے۔ بلکہ اس سے تو ہمارا مذہب ثابت ہو رہا ہے۔ ذرا اس جملہ پر دوبارہ غور فرمائیے کہ

"متقدمین میں اہل بیت پر سلام کہنا متعارف تھا۔"

نیز شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ کا بذات خود اپنا عمل یہ ہے کہ اپنی تصانیف میں آل پاک مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء پر بالاستقلال "علیہ السلام" لکھتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۷:

علماء کے اقوال مختلفہ ذکر کئے ہیں۔ جوینی کا قول بھی نقل کیا ہے۔ اثر ابن عباس اور سفیان ثوری کا قول بھی ذکر کیا ہے جس میں صلوۃ کی ممانعت ہے سلام کی ممانعت نہیں۔

جمہور کا جو قول ذکر کیا ہے وہ بھی صلوۃ کے بارے میں ہے کہ جمہور مستقل صلوۃ علیٰ غیر انبیاء کو جائز نہیں سمجھتے۔ یہ الگ بات ہے کہ مرتب نے ترجمہ کرتے ہوئے صلوۃ کے ساتھ سلام کو بھی ملا دیا ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے:

"وقال الجمہور من العلماء لا یجوز افراد غیر الانبیاء بالصلوۃ......"

آخر میں بحوالہ امام نووی مستقل صلوۃ علیٰ غیر نبی کے مکروہ تنزیہی ہونے کو صحیح قرار دیا ہے

حوالہ نمبر ۸:

ولا یصلی احد علیٰ احد۔ (نبی کے علاوہ) کسی پر صلوۃ نہ پڑھا جائے۔ ممانعت صلوۃ کی ہے سلام کی ممانعت نہیں۔

حوالہ نمبر ۹:

بہار شریعت کی عبارت ہے کہ: "کسی نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا یہ انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے مثلاً موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، جبریل علیہ السلام۔ نبی اور فرشتے کے سوا کسی دوسرے کے نام کے ساتھ یوں نہ کہا جائے"۔

چونکہ اختصاص و تخصیص کی کوئی دلیل نہیں لہذا دعوی بلا دلیل ہے جو کہ باطل ہوا کرتا ہے۔ اصل بنیاد جوینی کا قول ہی ہے جس کا بطلان ہم ذکر چکے ہیں۔ نیز صلوۃ و سلام کا انبیاء و ملائکہ کے ساتھ خاص ہونا نہ تو قرآن سے ثابت ہے اور نہ ہی حدیث سے بلکہ قرآن و حدیث کی نصوص میں عموم ہے۔ نصوص کی تخصیص نصوص سے ہی ہو سکتی ہے کسی فقیہ یا محدث کے قول سے نصوص کی تخصیص ہرگز نہیں ہو سکتی

حوالہ نمبر ۱۰:

درود شریف صرف نبی یا فرشتوں پر ہو سکتا ہے غیر نبی پر نبی کے تابع ہو کر درود جائز ہے۔ بالاستقلال مکروہ ہے۔ مستقل صلوۃ علیٰ غیر نبی کو مکروہ کہا ہے سلام کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ اپنی کتاب شان حبیب الرحمان میں امام حسین کے نام کے ساتھ جا بجا علیہ السلام لکھتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۱۱:

کتاب الشفاء کی اصل عربی عبارت درج نہیں کی صرف اردو ترجمہ نقل کیا ہے - ظاہر ہے کہ مرتب کے پاس اصل کتاب نہیں - صرف اردو ترجمہ دیکھ کر حوالہ لگا دیا ہے - چونکہ مرتب نے اصل کتاب نہیں دیکھی اس لئے اسے اصل حقیقت کا علم نہیں -

قاضی عیاض صاحب نے اپنی کتاب الشفاء میں فصل قائم کی ہے - " الاختلاف فی الصلاۃ علیٰ غیر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و سائر الانبیاء علیہم السلام " - ثابت ہوا کہ صلوۃ علیٰ غیر نبی میں اختلاف علماء کا ذکر کر رہے ہیں - مسئلہ سلام زیر بحث ہی نہیں -

علمائے مجوزین صلوۃ علیٰ غیر نبی کے اقوال اور ان کا طرز استدلال بھی ذکر کیا ہے - تقریباً آٹھ صفحات پر پھیلی ہوئی اُس بحث میں سے جو صلوۃ کے بارے میں ہے ، مرتب نے ایک عبارت کا مختصر سا ٹکڑا پیش کیا ہے - اس میں بھی صراحتاً صلوۃ کا لفظ موجود ہے - جب کہ مرتب نے بریکٹ میں علیہ السلام کہہ کر یہ ثابت کرنے کی (ناکام) کوشش کی ہے کہ کلام مسئلہ سلام میں ہو رہی ہے - اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے:

" و ایضا فھو امر لم یکن معروفا فی الصدر الاول کما قال ابو عمران . و انما احدثہ الرافضہ والمتشیعہ فی بعض الائمہ فشارکوھم عند الذکر لھم بالصلاۃ . و ساووھم بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی ذالک . و ایضاً فان التشبہ باھل البدع منھی عنہ . فتجب مخالفتھم فیما التزموہ من ذالک - (الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ص ۱۹۲ ج ۲)

حوالہ نمبر ۱۲:

اس حوالہ پر تبصرہ نیز اس کا تجزیہ زیر عنوان " مرتب کی قلمی بد دیانتیوں اور علمی خیانتوں کا راز فاش ہوگیا " ملاحظہ فرمائیے -

حوالہ نمبر ۱۳:

اویسی صاحب دور حاضر کے ایک عالم دین ہیں - بہاولپور پاکستان میں بقید حیات ہیں . تفسیر روح البیان کا اردو ترجمہ کیا ہے اور اس کا نام رکھا ہے فیوض الرحمان ، اصل کتاب روح البیان سے پہلے ہی دو حوالے ذکر کئے جا چکے ہیں - جن پر تبصرہ کچھ تو گذر چکا ہے اور کچھ آئندہ آنے والا ہے - نیز ہم اسی روح البیان سے سلام علیٰ غیر نبی کا جواز ثابت کریں گے . انشاء اللہ العزیز -

علاوہ ازیں

ہم کہتے ہیں کہ اویسی صاحب کا دعوی بلا دلیل ہے (کیونکہ سلام علیٰ غیر نبی کے عدم جواز پر کوئی دلیل قائم نہیں کر سکے) لہذا قابل احتجاج نہیں - ہم اس سے قبل بھی ذکر کر چکے ہیں کہ کسی فقیہ ، محدث یا مفسر کے قول سے نصوص کی تخصیص ہرگز نہیں ہو سکتی -

حوالہ نمبر ۱۴:

یہاں بھی اصل (عربی) عبارت درج نہیں کی بلکہ صرف اردو ترجمہ نقل کیا ہے - چونکہ مرتب نے اصل کتاب دیکھی ہی نہیں اس لئے اسے حقیقت تک رسائی حاصل نہیں -

امام سیوطی نے باب باندھا ہے: باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بان لہ ان یصلی بلفظ الصلوۃ علیٰ من شاء ولیس لاحد غیرہ ان یصلی الا علیٰ نبی او ملک -

باب بھی صلوۃ کے بارے میں باندھا ہے اور پھر اثر ابن عباس پیش کی ہے - جس میں صلوۃ کی ممانعت ہے سلام کی ممانعت نہیں - البتہ آخر میں جوینی کا قول نقل کیا ہے جو کہ باطل و مردود ہے - مگر مرتب نے جوینی کا ذکر نہ کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ جلال الدین سیوطی کا فتوی ہے - جیسا کہ مرتب نے (رسالہ ص ۱۰ پر) لکھا ہے کہ میں نے خود خصائص کبریٰ میں دیکھا ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ اپنا فتویٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ غیر نبی پر علیہ السلام نہ کہا جائے ---- حالانکہ مصنف نے اپنا فتویٰ نہیں دیا (اور نہ ہی خصائص کبریٰ فتاویٰ کی کتاب ہے) بلکہ جوینی کا قول نقل کیا ہے - اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے:

'قال الجوینی والسلام فی معنی الصلوۃ فان اللہ قرن بینہما فلا یفرد
۔ غائب غیر الانبیاء ولاباس بہ علی سبیل المخاطبہ للاحیاء
الاموات من المؤمنین۔" (خصائص کبری ص ۲٦۲ ج ۲)

حوالہ نمبر ۱۵:

ستقل طور پر درود شریف (صلوۃ علیٰ غیر نبی) بھیجنے کو مکروہ فرمارہے ہیں سلام کا ذکر تک
ہیں کیا۔

حوالہ نمبر ۱٦:

ا یصلی علیٰ غیرالانبیاء عند ذکر ھم ۔ غیر نبی پر صلوۃ نہ پڑھی جائے ۔ یہ الگ بات ہے کہ
رتب نے ترجمہ کرتے ہوئے صلوۃ کے ساتھ سلام کو بھی ملا دیا ہے اور ترجمہ کیا ہے " غیر
نبیاء کے ناموں کے ساتھ صلوۃ وسلام نہ پڑھا جائے نہ لکھا جائے (رسالہ صفحہ نمبر ۸)

حوالہ نمبر ۱۷:

یہاں بھی صلوۃ کا ذکر ہے مگر ترجمہ صلوۃ و سلام ہی کیا گیا ہے ۔ " تکرہ الصلوۃ علیہم استقلالاً "
۔ غیر نبی پر مستقل صلوۃ مکروہ ہے ۔

مرتب کی قلمی بددیانتیوں اور علمی خیانتوں کا راز فاش ہو گیا

۱۔ مرتب نے تفسیر روح البیان سے دو حوالے نقل کئے ہیں۔ صاحب تفسیر روح البیان صلوۃ و سلام علیٰ غیر نبی کے جواز، عدم جواز پر بحث کرتے ہوئے مختلف اقوال نقل کر رہے ہیں مرتب نے ایک ہی صفحہ کی ایک عبارت نقل کر کے عنوان قائم کیا ہے "علامہ اسماعیل حقی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں" جب کہ اسی صفحہ کی ایک دوسری عبارت لے کر عنوان بنایا ہے "علامہ یافعی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں"۔ مگر اسی صفحہ کی درمیانی عبارت کو قلم انداز کر کے علمی خیانت اور بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔کیونکہ متروکہ عبارت مرتب کے مذہب و مؤقف کو باطل کر رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

والارجح فی مثل لقمان و مریم والخضر والاسکندر المختلف فی نبوتہ ان یقال رضی اللہ عنہ او عنہا و لو قال علیہ السلام او علیہا السلام لاباس بہ (روح البیان ص ۲۲۸ ج ۷ پارہ ۲۲ سورۃ احزاب)

فرماتے ہیں کہ مذہب راجح یہ ہے کہ وہ حضرات جن کی نبوت میں اختلاف ہے مثلاً حضرت لقمان، حضرت مریم، حضرت خضر اور حضرت اسکندر، ان کے لئے رضی اللہ عنہ یا رضی اللہ عنہا کہا جائے اور اگر کسی نے علیہ السلام یا علیہا السلام کہا (تو بھی) کچھ مضائقہ نہیں (یعنی جائز ہے)۔

ثابت ہوا کہ حضرت مریم کے نام کے ساتھ علیہا السلام کہہ سکتے ہیں جو کہ یقیناً غیر نبی ہیں اس لئے کہ یہ عقیدہ اجماعی اور نص قرآنی سے ثابت ہے کہ کوئی عورت نبی نہیں ہوئی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم (القرآن)

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے جنہیں ہم وحی کرتے "
(ترجمہ کنز الایمان)

اس آیت کے تحت حاشیہ پر مفتی سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نہ فرشتے نہ کسی عورت کو نبی بنایا گیا۔ (خزائن العرفان)

اس آیت کے تحت شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں " اس آیت سے نکلتا ہے کہ کوئی عورت نبی نہیں بنائی گئی "۔ تفسیر عثمانی)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے متعلق لفظ رجالاً سے معلوم ہوا کہ رسول ہمیشہ مرد ہی ہوتے ہیں، عورت نبی یا رسول نہیں ہو سکتی۔

امام ابن کثیر نے جمہور علماء کا یہی قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی عورت کو نبی یا رسول نہیں بنایا۔ (معارف القرآن ص ۱۴۷ ج ۵)

اسی آیت کے تحت امام نسفی لکھتے ہیں۔ لیست فیھم امراۃ (تفسیر مدارک ص ۱۳۳ ج ۲)
تفسیر کشاف میں ہے وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما: یرید لیست فیھم امراۃ (کشاف ص ۳۴۶ ج ۲)

محشی نبراس بھی لکھتے ہیں: قولہ الا رجالاً ای لیست فیھم امراۃ (نبراس ص ۷۹ حاشیہ نمبر ۳
سب کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی عورت نبی نہیں ہوئی۔

یوں ہی قاضی محمد زاہد الحسینی شارح شرح عقائد لکھتے ہیں کہ تعریف رسول میں انسان کے ساتھ قید رجولیت (مرد ہونا) بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ و ما ارسلنا من قبلک الا رجالاً نوحی الیھم الآیہ (احسن الفوائد لحل شرح العقائد ص ۳۱ حاشیہ نمبر ۱) صاحب بہار شریعت مولانا امجد علی صاحب اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

عقیدہ: انبیاء سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا نہ کوئی عورت۔ (بہار شریعت حصہ اول ص ۹)

ثابت ہوا کہ کوئی عورت نبی نہیں ہوئی اور چونکہ حضرت مریم عورت ہیں لہذا نبی نہ ہوئیں ۔ تو جب حضرت مریم کے نام کے ساتھ علیہا السلام کہہ سکتے ہیں تو غیر نبی کے نام کے ساتھ علیہ السلام یا علیہا السلام کہنے اور لکھنے کا جواز ثابت ہوا ۔ الحمد للہ علی ذالک ۔

نیز جب حضرت مریم کے نام کے ساتھ علیہا السلام کہہ سکتے ہیں تو حضرت سیدہ خاتون جنت کے نام کے ساتھ علیہا السلام کیوں نہیں کہہ سکتے ؟ حضرت سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا کی عظمت و رفعت عاشق رسول اور محب اولاد علی و بتول قلندر لاہوری علامہ اقبال علیہ الرحمہ سے پوچھئے ۔ فرماتے ہیں: ۔

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز
از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز

حضرت مریم حضرت عیسیٰ کی ایک نسبت سے قابل احترام ہیں ، جب کہ سیدہ زہراء تین نسبتوں کی بنا پر لائق تعظیم و تکریم ہیں ۔ ۔

نور چشم رحمت اللعالمیں آں امام اولین و آخریں

ایک یہ نسبت کہ سیدہ فاطمہ حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کا نور ہیں اور سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی اولین و آخرین کی امام ہے ۔

بانوئے آں تاجدار ھل اتیٰ
مرتضیٰ ، مشکل کشا ، شیر خدا

دوسری نسبت یہ کہ آپ ھل اتیٰ کے تاجدار یعنی جناب علی المرتضیٰ کی زوجہ مکرمہ ہیں ۔ اور علی وہ ہیں جو شیر خدا اور مشکل کشا ہیں ۔ ۔

مادر	آں	مرکز	پرکار	عشق
مادر	آں	قافلہ	سالار	عشق

تیسری نسبت یہ کہ آپ سیدنا امام حسن علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہیں جو عشق و مودت کی پرکار کے مرکز ہیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی بھی والدہ ماجدہ ہیں جو کاروان عشق کے سالار ہیں ۔

۲. مرتب نے حوالہ نمبر ۴ میں تفسیر ابن کثیر کی طویل عبارت کا ترجمہ نقل کیا ہے لیکن وہ حصہ چھوڑ دیا ہے جسمیں مستقل صلوۃ علیٰ غیر نبی کے مجوزین کے دلائل کا مختصراً تذکرہ کیا گیا ہے ۔ کہ وہ قرآن مجید کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ سے صلوۃ علیٰ غیر نبی کے جواز پر استدلال کرتے ہیں ۔

فقال قائلون یجوز ذالک و احتجوا بقول اللہ تعالیٰ (ھوالذی یصلی علیکم و ملائکتہ) الخ ۔

نیز حافظ عمادالدین ابن کثیر نے مجوزین و مانعین صلوۃ کے اقوال و دلائل بیان کرتے ہوئے اسی صفحہ پر " قلت " کے عنوان سے سلام کے بارے میں اپنا مؤقف و مذہب واضح کیا ہے مگر مرتب نے پہلی اور آخری عبارت کا ترجمہ نقل کیا ہے جبکہ اس درمیانی عبارت (جس میں مصنف نے اپنا مؤقف بیان کیا ہے) کو قلم انداز کر دیا ہے ۔ کیونکہ یہ عبارت مرتب کے مؤقف و مذہب کی بنیادوں کو جڑ سے اکھیڑ رہی ہے ۔ لہذا مرتب نے اس کے ترک کر دینے میں ہی عافیت سمجھی اور یوں قلمی بددیانتی اور علمی خیانت کا ارتکاب کر کے اپنی اصلیت کو ظاہر کیا ۔

" قلت " وقد غلب فی ھذا فی عبارۃ کثیرۃ من النساخ للکتب ان یفرد علی رضی اللہ عنہ بان یقال علیہ السلام من دون سائر الصحابہ او کرم اللہ وجہہ ، وھذا وان کان معناہ صحیحاً و

لکن ینبغی ان یستوی بین الصحابہ فی ذالک فان ھذا من باب التعظیم والتکریم ، فالشیخان و امیرالمؤمنین عثمان اولی بذلک منہ رضی اللہ عنہم اجمعین ۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۵۱۷ ج ۳

اکثر لکھنے والے اپنی عبارات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ علیہ السلام یا کرم اللہ وجہہ لکھتے ہیں جبکہ باقی صحابہ کرام کے ساتھ اس طرح نہیں لکھتے ۔ یہ اگرچہ معنوی لحاظ سے درست ہے تاہم اس معاملہ میں صحابہ کرام کے درمیان مساوات رکھنی چاہئیے ۔ کیونکہ یہ (علیہ السلام کہنا یا لکھنا) از قسم تعظیم و تکریم ہے اور شیخین یعنی سیدنا حضرت صدیق اکبر اور سیدنا حضرت فاروق اعظم اور امیرالمومنین سیدنا حضرت عثمان غنی اس تعظیم و تکریم کے زیادہ حقدار ہیں ۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

ثابت ہوا کہ ابن کثیر کے نزدیک علی علیہ السلام کہنا جائز ہے بلکہ وہ تو یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ چونکہ علیہ السلام کہنا یا لکھنا از قبیل تعظیم و تکریم ہے اور باقی صحابہ کرام خصوصاً خلفاء ثلاثہ بھی اس تعظیم و تکریم کے حقدار ہیں ۔ لہذا اس معاملہ (علیہ السلام لکھنے) میں صحابہ کرام کے درمیان مساوات قائم رکھنی چاہئیے یعنی صرف علی کے نام کے ساتھ علیہ السلام نہیں لکھنا چاہئیے بلکہ باقی صحابہ خصوصاً خلفاء ثلاثہ کے ناموں کے ساتھ بھی علیہ السلام لکھنا چاہئیے ۔

۳۔ مرتب نے اپنے رسالہ کے حوالہ نمبر ۱۲ میں حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی کی ایک عبارت نقل کی ہے ۔ یہ حضرت دور حاضر کے ایک (ناصبی) سنی بزرگ ہیں ۔ حال ہی میں دہلی میں ان کا انتقال ہوا ہے ۔ ان کا ایک مضمون زیر عنوان " غیر انبیاء کے لئے صلوۃ و سلام " گذشتہ دنوں ماہنامہ ضیائے حرم (بابت جولائی ۱۹۹۳ء) میں شائع ہوا تھا ۔ مرتب نے اسی مضمون سے ایک اقتباس پیش کیا ہے ۔

فاروقی صاحب کے پاس آئمہ اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام کہنے یا لکھنے

کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں بلکہ وہ تو (من حیث المعنی) اسے درست سمجھتے ہیں ۔ البتہ ان کے نزدیک صدر اول میں سلف نے ایسا نہیں کہا ۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

من حیث المعنی اسمائے گرامی کے بعد تعظیمی یا دعائیہ جملوں کا استعمال جیسے "صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" یا "علیہ الصلوۃ والسلام" یا "علیہ السلام" یا "رضی اللہ عنہ" یا "غفرلہ" درست ہو سکتا ہے ۔ کسی امتی کے نام کے بعد ایسے جملے لکھے جا سکتے ہیں اور کوئی نبی کے نام کے بعد لکھ سکتا ہے "رسول اللہ محمد عزوجل" کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: و تعزروہ و توقروہ ۔ اور اسی طرح امتی کے نام کے بعد کوئی لکھ سکتا ہے حضرت ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ھوالذی یصلی علیکم و ملائکتہ ای یصلی علی المومنین ۔ اور اس کا ارشاد ہے: اولئک علیھم صلوات من ربھم و رحمۃ ای علی المومنین صلوات ۔

من حیث المعنی اگرچہ اس طرح پر دعائیہ جملوں کا استعمال کیا جا سکتا ہے ۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ صدر اول اور سلف صالح کا کیا طریقہ رہا ہے ۔ کیا اس مبارک دور میں کسی نے کہا ہے ----------(ضیائے حرم بابت ماہ جولائی ۱۹۹۳ء)

چونکہ مرتب نے قلمی بددیانتیوں اور علمی خیانتوں کے ارتکاب کا ٹھیکہ لے رکھا ہے ۔ لہذا اس نے فاروقی صاحب کے مضمون کا وہی ٹکڑا نقل کیا جو اسے اپنے مؤقف کے مطابق نظر آیا اور ان کے مضمون کا مندرجہ بالا اقتباس (نیز وہ اقتباسات جو ہم نیچے درج کر رہے ہیں) کو نظرانداز کر دیا ۔

فاروقی صاحب اپنی مخالفت کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ روافض آئمہ اثنا عشر کو انبیاء کرام سے افضل سمجھتے ہیں ۔ اس لئے ان کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھتے ہیں ۔ اس سلسلے میں انہوں نے فرقہ اثنا عشریہ کے ایک مجتہد سید مجتبیٰ حسن صاحب سے ہونے والی گفتگو کو درج کیا ہے اور اسی کو مرتب نے اپنے رسالہ میں نقل کیا ہے ۔

چونکہ عموماً باقی صحابہ کرام خصوصاً خلفاء ثلاثہ کے ناموں کے ساتھ دعائیہ جملہ علیہ السلام کا استعمال نہیں کیا جاتا اور آئمہ اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ یہ دعائیہ جملہ استعمال کیا جاتا ہے اس لئے فاروقی صاحب بزعم خویش یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے روافض کو تقویت ملنے کا خدشہ ہے ۔ وگرنہ حقیقت میں ان کے پاس ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ۔ بلکہ ان کے مضمون کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ آئمہ اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام کہنا یا لکھنا اصل میں تو جائز ہے صرف مذکورہ بالا خدشہ کے پیش نظر اس کے جواز کو ماننے سے انکار کر رہے ہیں ۔ ان کے مضمون کا مندرجہ ذیل اقتباس بھی پڑھئے جس سے اصل حقیقت کو سمجھنے میں کافی مدد مل سکتی ہے ۔

تفسیر عزیزی میں از سورۃ بقرہ آیت ولکم فی الارض مستقر و متاع الیٰ حین کے بیان میں لکھ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے برائے طلب مغفرت یہ الفاظ فرمائے: اسئلک بحق محمد الاغفرت لی ۔ اور پھر لکھا ہے کہ فقہائے کرام نے بحق فلان کہہ کر دعا کرنے کو مکروہ لکھ ہے ۔ اس کے بعد آپ نے مکروہ قرار دینے کی وجہ بیان کی ہے کہ معتزلہ کے مذہب میں بندہ کا عمل بندہ کی پیداوار ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کا اجر مقرر کیا ہے ۔ یہ اجر بندہ کا حق ہے ۔ ایسا حق جو کہ حقیقی ہے اور اہل سنت کے نزدیک کیا بندہ اور کیا اس کا عمل سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے ۔ اللہ نے اگر اس کے عمل پر اجر دینے کو کہا ہے تو یہ اس کا کرم ہے اور اس کی بندہ پروری ہے ۔ اور یہ حق تفضلی اور تکرمی ہے ۔

فقہائے کرام کے زمانہ میں معتزلہ کا مذہب بہت رائج تھا ۔ اس لئے فقہاء نے اس لفظ کے استعمال سے منع کیا تاکہ عوام اور کم علم افراد اعتزال کا شکار نہ ہوں اور چونکہ اب معتزلہ کا مذہب پارہ ہائے اوراق تک محدود ہو کر رہ گیا ہے ۔ لہذا اس لفظ کے استعمال سے جو ممانعت داخل ہوئی تھی وہ اب باقی نہ رہی ہے ۔ بحق فلان کہہ کر دعا کرنی جائز ہے ------- (ضیائے حرم بابت ماہ جولائی ۱۹۹۳ء)

ان کے مضمون کا آخری اقتباس بھی پیش خدمت ہے جو کہ ان کے مضمون کا حاصل ہے

اگر بعض علماء کی تحقیق برائے غیر انبیاء علیہ الصلوۃ و السلام یا علیہ الصلوۃ یا علیہ السلام کہنے کو جائز قرار دیتی ہے اور ان کے قول پر کوئی عمل کرتا ہے تو وہ پہلے ان دو حضرات کے ساتھ اس کا استعمال کرے جو اہل سنت کے نزدیک شیعان اہل بیت اطہار کے بارہ اماموں سے بالاتفاق افضل ہیں اور وہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ مجوزین نے اگر جواز کا بیان کیا ہے تو تمام صحابہ و علماء و صلحاء کے لئے کیا ہے صرف اہل بیت اطہار کے بارہ افراد کے لئے نہیں کیا ہے۔ (ضیائے حرم بابت ماہ جولائی ۱۹۹۳ء)

ثابت ہوا کہ فاروقی صاحب کو اگر کچھ تکلیف ہے تو صرف یہ کہ یہ دعائیہ جملہ (علیہ السلام) صرف آئمہ اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ ہی کیوں استعمال کیا جاتا ہے۔ حضرات شیخین یعنی سیدنا حضرت صدیق اکبر اور سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے ناموں کے ساتھ بھی استعمال کرنا چاہئیے۔

بھئی ہم تو جواز کے قائل ہیں۔ ہم کب منع کرتے ہیں کہ باقی صحابہ خصوصاً خلفاء ثلاثہ کے ناموں کے ساتھ یہ دعائیہ جملہ (علیہ السلام) نہ کہا جائے؟

لوآپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اب ہم مرتب کے ہی پیش کردہ حوالہ جات میں سے ان مقامات و عبارات کی نشاندہی کرتے ہیں جو ہمارے مؤقف و مذہب کو ثابت کر رہی ہیں

ا مرتب نے دوسرا حوالہ تفسیر روح البیان سے زیر عنوان " علامہ یافعی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں" نقل کیا ہے۔ اصل (عربی) عبارت ذکر نہیں کی صرف اردو ترجمہ پر اکتفا کیا ہے مرتب کے پورے رسالہ میں آئمہ اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھنے یا کہنے کے عدم جواز کی ایک ہی بنیادی وجہ بیان کی گئی ہے کہ (بقول جوینی) سلام بھی صلوۃ کے معنی میں ہے لہذا سلام کا بھی وہی حکم ہو گا جو صلوۃ کا ہے اور چونکہ صلوۃ (مستقل) غیر نبی پر مکروہ (تنزیہی) ہے اس لئے سلام بھی جائز نہیں ہو گا۔

مگر مرتب کے اپنے ہی پیش کردہ اس حوالہ سے اس بنیادی وجہ کی بنیاد کا ہی قلع قمع ہو گیا۔ پہلے ہم روح البیان کی اصل عبارت پیش کرتے ہیں۔

و قال الامام الیافعی فی تاریخہ والذی اراہ ان یفرق بین الصلوۃ و السلام والترضی والترحم والعفو۔ فالصلاۃ مخصوصۃ علی المذہب الصحیح بالانبیاء والملائکۃ والترضی مخصوص بالصحابۃ والاولیاء والعلماء والترحم لمن دونہم والعفو للمذنبین۔
والسلام مرتبۃ بین مرتبۃ الصلوۃ والترضی فیحسن ان یکون لمن منزلتہ بین منزلتین اعنی یقال لمن اختلف فی نبوتہم کلقمان و الخضر و ذی القرنین لا لمن دونہم۔ (روح البیان ص ۲۲۸ ج ۷)

مرتب نے اس عبارت کا جو ترجمہ ذکر کیا ہے وہ بھی پیش خدمت ہے: -" علامہ یافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں - میرے نزدیک صلوۃ و سلام اور رضی اللہ عنہ اور رحمہ اللہ اور عفی عنہ وغیرہ میں فرق ضروری ہے - وہ یہ کہ مذہب صحیح میں یہ ہے کہ صلوۃ صرف انبیاء کرام و ملائکہ عظام علیٰ نبینا و علیہم السلام سے مخصوص ہے اور جملہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام اولیاء و علماء کے لئے ہے - اور رحمہ اللہ ان کے ماسوا کے لئے اور عفی عنہ گنہگاروں کے لئے اور السلام صلوۃ و ترضی کا درمیانی مرتبہ ہے اس لئے یہ ان حضرات کے لئے استعمال کیا جائے جو ان دونوں مراتب کا درمیانی درجہ رکھتے ہیں - مثلاً ان حضرات کے لئے جن کی نبوت میں اختلاف ہے جیسے حضرت لقمان حضرت خضر اور حضرت ذوالقرنین ان کے لئے لفظ السلام کا اطلاق کیا جائے" - (رسالہ صفحہ ۲)

خط کشیدہ الفاظ پر دوبارہ غور فرمائیے - (i). " السلام صلوۃ و ترضی کا درمیانہ مرتبہ ہے" ثابت ہوا کہ سلام صلوۃ کا ہم مرتبہ و ہم معنی نہیں ہے - جب سلام صلوۃ کا ہم معنی نہ ہوا تو دونوں کا حکم بھی ایک نہ ہوگا - لہذا جب بنیاد ہی ختم ہو گئی تو اس بنیاد پر جو عمارت تعمیر کی گئی تھی اس کا وجود بھی ھباءً منثوراً ہو گیا -

(ii). مثلاً ان حضرات کے لئے جن کی نبوت میں اختلاف ہے جیسے حضرت لقمان حضرت خضر اور حضرت ذوالقرنین ان کے لئے لفظ السلام کا اطلاق کیا جائے - ہم کہتے ہیں کہ جن حضرات کیلئے لفظ سلام کے اطلاق کو جائز قرار دیا گیا ہے ان کی نبوت میں اختلاف ہے - اگر یہ حضرات نبی ہیں تو سلام علی النبی ہوا لیکن اگر یہ نبی نہیں تو پھر سلام علیٰ غیر نبی ہوا - لہذا ہمارا مذہب ثابت ہوا کہ سلام علیٰ غیر نبی جائز ہے -

مرتب کے پیش کردہ حوالہ نمبر ۴ زیر عنوان " علامہ حافظ عمادالدین ابن کثیر ---- فرماتے ہیں" کی مندرجہ ذیل عبارت بھی قابل توجہ ہے - ملاحظہ فرمائیے:
مستقل سلام کے بارے میں نہیں بلکہ مستقل صلوۃ علیٰ غیر نبی کے متعلق لکھتے ہیں)

احتیاط اسی میں ہے کہ غیر نبی کے لئے یہ الفاظ نہ کہے جائیں مثلاً ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم یا علی صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہا جائے گو معنی کے اعتبار سے اس میں قباحت نہیں۔ (رسالہ ص ۳)

ثابت ہوا کہ علامہ ابن کثیر صرف احتیاط کا ذکر کر رہے ہیں ناجائز نہیں کہہ رہے بلکہ تسلیم کر رہے ہیں کہ معنی کے اعتبار سے اس میں کوئی قباحت نہیں۔ (یعنی جائز ہے)

۳۔ مرتب کے پیش کردہ حوالہ نمبر ۶ میں حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی مندرجہ ذیل عبارت بھی قابل غور ہے۔

۔۔۔ و متعارف در متقدمین تسلیم بود بر اہل بیت و ذریت و ازواج مطہرہ و در کتب قدیمہ از مشائخ اہل سنت و جماعت کتابت آں یافتہ می شود و در متاخرین ترک آں متعارف شدہ است ۔۔۔

متقدمین میں اہل بیت ازواج مطہرات اور حضور کی ذریت پاک پر سلام کہنا متعارف تھا نیز اہل سنت و جماعت کی قدیم کتب میں ان کے اسمائے گرامی کے ساتھ سلام پایا جاتا تھا مگر متاخرین نے اس کو ترک کر دیا (رسالہ ص ۴)

قارئین حضرات! غور فرمائیے۔ کیا متقدمین فعل ناجائز کا ارتکاب کرتے تھے؟ (معاذ اللہ) ہرگز نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ متقدمین کے نزدیک آئمہ اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام کہنا یا لکھنا جائز تھا۔ اگر متاخرین میں سے کسی نے ترک کیا ہے تو محض تعصب و عناد اور ضد و ہٹ دھرمی کی وجہ سے کیا ہے۔

۴۔ مرتب کے پیش کردہ حوالہ نمبر ۷ زیر عنوان "علامہ احمد قسطلانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں" کی مندرجہ ذیل عبارت بھی قابل دید ہے۔

وقد جرت عادة بعض النساخ ان یفردوا علیا و فاطمہ رضی اللہ عنہما بالسلا م فیقولوا

علیہ او علیہا السلا م من دون سائر الصحابہ فی ذالک و ھذا و ان کان معناہ صحیحاً ، لکن ینبغی ان یساوی بین الصحابہ رضی اللہ عنہم فی ذالک فان ذالک من باب التعظیم و التکریم والشیخان و عثمان اولی بذالک منہما۔۔۔۔

بعض لکھنے والوں کی عادت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ علیہ السلام یا علیہا السلام لکھتے ہیں جبکہ باقی صحابہ کرام کے ساتھ اس طرح ہنیں لکھتے ۔ تو یہ اگرچہ معنوی لحاظ سے درست ہے (مگر ایسا نہ چاہئیے ۔ اگر لکھنا ہی ہے) تو پھر باقی صحابہ کرام کے اسمائے گرامیہ کے ساتھ بھی لکھا جائے ۔ کیونکہ سیدنا حضرت صدیق اکبر اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اس تعظیم و تکریم کے زیادہ حقدار ہیں ۔ (رسالہ ص ۵)

بتائیے کہ جب یہ معنوی لحاظ سے درست ہے تو پھر اس کو " درست ہنیں " کہنا کہاں تک درست ہے ؟

نیز ثابت ہوا کہ علامہ احمد قسطلانی کے نزدیک بھی علی علیہ السلام یا فاطمہ علیہا السلام کہنا جائز ہے ۔ البتہ وہ بھی کہنا چاہتے ہیں کہ علیہ السلام کہنا یا لکھنا از قسم تعظیم و تکریم ہے لہذا خلفاء ثلاثہ کے ناموں کے ساتھ بھی لکھا اور بولا جائے کیونکہ وہ بھی اس تعظیم و تکریم کے حقدار و مستحق ہیں ۔ ہم پہلے بھی ذکر کر آئے ہیں کہ ہم غیر نبی پر مستقل سلام کے جواز کے قائل ہیں ۔ ہم کب منع کرتے ہیں کہ حضرات خلفاء ثلاثہ کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام نہ بولا جائے ؟ ؎

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

شرم تم کو مگر نہیں آتی

مرتب نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۹ پر سوال قائم کیا ہے کہ کچھ احباب کہتے ہیں کہ قرآن مجید سورہ صفت میں حضرت الیاس علیہ السلام کے ذکر میں سلام علیٰ اِل یاسین کا لفظ آل یاسین ہے اور آل یاسین سے مراد حضور علیہ السلام کی آل ہے لہذا آپ کی آل سلام میں آپ کے ساتھ برابر ہے۔

جواب میں چند حوالے نقل کرنے کے بعد نتیجہ یوں نکالا ہے کہ سلام علیٰ اِل یاسین سے مراد حضرات الیاس علیہ السلام ہیں۔ جن کا یہاں تذکرہ ہو رہا ہے۔ آل محمد علیہ السلام مراد لینا سیاق و سباق نیز جمہور قراء و علماء مفسرین کے خلاف ہے۔ معلوم نہیں یہ احباب اس تحریف معنوی سے کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ (رسالہ ص ۹) مرتب نے یہ تو خود تسلیم کیا ہے کہ "کچھ قراء نے اس لفظ کو آل یاسین پڑھا ہے۔ (رسالہ صفحہ ۹)

اور آئندہ صفحات میں ہم حوالہ جات سے ثابت کریں گے کہ مفسرین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ آل یاسین سے مراد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی آل ہے۔

غور فرمائیے کہ مرتب نے جن لوگوں کو تحریف معنوی کا مرتکب قرار دیا ہے۔ ان میں مفسرین کی ایک جماعت ہے (جن میں حضرت ابن عباس، امام رازی، امام جلال الدین سیوطی، امام ابن حجر مکی جیسے اکابرین شامل ہیں)

اور یاد رکھیئے کہ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے تحریف معنوی کو یہود کا شیوہ بتایا ہے: یحرفون الکلم عن مواضعہ (اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں۔ ترجمہ الایمان)۔ نتیجہ ظاہر ہے۔

اور جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہتا ہے۔ بفحوائے حدیث وہ خود اسی زمرے میں آتا ہے

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

مرتب نے اپنے رسالہ کے آخر میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے اس فتوی پر گفتگو کی ہے جو انہوں نے غیر نبی پر علیہ السلام کہنے کے جواز پر دیا تھا اور ان کے دلائل کو کمزور ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔

مرتب ان کے دلائل کو تو کمزور ثابت نہ کر سکا اور نہ ہی یہ اس کے بس کا روگ ہے البتہ خود صریح دھوکہ کھایا اور عظیم غلطیوں کا ارتکاب کر کے اپنی جہالت مرکبہ کا ثبوت دیا نیز مرتب اپنے ہی بنے ہوئے جال میں ایسا پھنسا کہ جان چھڑانا مشکل ہو گئی۔

مرتب نے بزعم خویش شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتویٰ کا رد کرتے ہوئے جہاں جہاں ٹھوکر کھائی ہم انتہائی اختصار کے ساتھ ان مقامات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے فتویٰ میں غیر نبی (خصوصاً آئمہ اہل بیت اطہار) پر مستقل سلام کے جواز پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کی سند یہ ہے کہ اہل سنت کی کتب قدیمہ حدیث میں علی الخصوص ابو داؤد، صحیح بخاری میں حضرت علی و حضرات حسنین و حضرت فاطمہ حضرت خدیجہ و حضرت عباس کے ذکر مبارک کے ساتھ لفظ علیہ السلام مذکور ہے۔ جب کہ مرتب نے جواباً کہا "شاہ صاحب کی یہ دلیل انتہائی کمزور ہے نیز کہا کہ محض کسی کتاب میں نام کے ساتھ علیہ السلام لکھا ہونا قطعاً اس بات کی دلیل نہیں کہ ......

(رسالہ ص ۱۰)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تو اسے دلیل نہیں بنایا بلکہ سند کہا ہے۔ پتہ چلا کہ مرتب کو دلیل اور سند کا فرق بھی معلوم نہیں۔ لیجئے ہم دلیل اور سند کی تعریف کئے دیتے ہیں:

الدلیل: فی اللغۃ ھو المرشد و ما بہ الارشاد و فی الاصطلاح ھوالذی یلزم من العلم بہ العلم بشیٔ آخر (کتاب التعریفات ص ۱۰۹)

السند: ما یذکر لتقویۃ المنع ...... سواء کان مفیدا فی الواقع اولا (رشیدیہ ص ۲۸)

۲۔ نیز مرتب لکھتا ہے کہ جمہور علماء اہل سنت اس کو جائز نہیں کہتے اور ترجیح ہمیشہ جمہور کے قول کو ہوتی ہے لہذا اس مسئلہ میں بھی جمہور کے قول کو ہی ترجیح ہو گی ۔ (رسالہ ص ۱۰)

ترجیح ہمیشہ جمہور کے قول کو ہوتی ہے یا نہیں ، یہ ایک الگ بحث ہے ۔ فی الحال ہم اس بحث میں نہیں پڑتے ۔ البتہ آئندہ صفحات پر ہمارے پیش کردہ حوالہ جات سے اظہر من الشمس ہو جائے گا کہ جمہور علماء اہل سنت اس کو ناجائز ہر گز نہیں کہتے بلکہ اس کے جواز کے قائل ہیں ۔

۳۔ مرتب نے دعویٰ کیا ہے کہ " میں نے خود خصائص کبریٰ میں دیکھا ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ اپنا فتویٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ غیر نبی پر علیہ السلام نہ کہا جائے (رسالہ ص ۱۰)

حالانکہ مرتب کا یہ دعویٰ صریحاً باطل اور سفید جھوٹ ہے کہ مصنف اپنا فتویٰ ارشا فرماتے ہیں ۔ اگر مرتب نے اصل کتاب دیکھی ہوتی تو ہر گز یہ دعویٰ نہ کرتا ۔ کیونکہ خصائص کبریٰ کے مصنف امام جلال الدین سیوطی اپنا فتویٰ ارشاد نہیں فرما رہے بلکہ و تو صرف جوینی کا قول نقل کر رہے ہیں ۔ (اور نہ ہی خصائص کبریٰ فتاویٰ کی کتاب ہے

اصل عبارت پیش خدمت ہے:

قال الجوینی والسلام فی معنی الصلوۃ فان اللہ قرن بینھما فلا یفرد بہ غائب غیر الانبیاء ولا بأس علی سبیل المخاطبۃ للاحیاء و الاموات من المومنین (خصائص کبریٰ ص ۲۶۲ ج ۲)

۴ - شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ " اور یہ بھی ثابت ہے کہ پہلی کتاب اصول حنفیہ کی شاشی ہے ۔ اس میں نفس خطبہ میں بعد حمد و صلوۃ کے لکھا ہے والسلام علیٰ ابی حنیفہ و احبابہ یعنی سلام نازل ہو حضرت ابو حنیفہ علیہ الرحمہ پر اور ان کے احباب پر اور ظاہر ہے کہ مرتبہ حضرات موصوفین کا جن کا نام نامی اوپر مذکور ہوا ہے ، حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے مرتبہ سے کم نہیں ۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کے نزدیک بھی لفظ سلام کا اطلاق ان بزرگوں کی شان میں بہتر ہے ۔

مرتب اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہاں سلام بالتبع ہے ۔ یعنی پہلے حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر صحابہ کرام پر پھر ان کے بعد امام اعظم اور ان کے ساتھیوں پر اور اس طرح بالتبع سلام تو اہل بیت اطہار بلکہ ہر مسلمان پر کہا جا سکتا ہے ۔ اہل سنت اس سے منع نہیں کرتے وہ بالاستقلال صلوۃ و سلام سے منع کرتے ہیں ۔ لہذا اصول شاشی کی عبارت سے حضرت علی علیہ السلام پر بالاستقلال سلام کہنا ثابت نہیں ہوتا ۔ (رسالہ ص ۱۰)

ہر ذی علم بلکہ مدارس عربیہ کا ہر (مبتدی) طالب علم بھی بخوبی واقف ہے کہ اصول شاشی میں امام اعظم اور ان کے احباب پر سلام بالتبع نہیں بلکہ مستقل ہے کیونکہ مصنف شاشی نے پہلے حضور اور صحابہ پر سلام تو نہیں کہا بلکہ پہلے حضور اور صحابہ پر صلوۃ کہا ہے ۔

عبارت ملاحظہ فرمائیے:

" والصلوۃ علی النبی و اصحابہ والسلام علیٰ ابی حنیفہ و احبابہ (اصول شاشی ص ۵) والسلام علی ابی حنیفہ و احبابہ مستقل اور علیحدہ جملہ ہے جو ترکیب نحوی کے اعتبار سے ہرگز تابع نہیں بن سکتا ۔ اگر یہاں سلام بالتبع ہوتا تو عبارت یوں ہوتی ۔ والصلوۃ والسلام علی النبی و اصحابہ و ابی حنیفہ و احبابہ ۔ چنانچہ علامہ صدیقی فاضل دیوبند شارح اصول شاشی بھی لکھتے ہیں کہ " یہاں مصنفؒ نے والسلام علی ابی حنیفہ مستقلاً کہا ہے " (معلم الاصول شرح اصول شاشی ص ۴)

مگر مرتب نے اپنی جہالت مرکبہ کا ثبوت دیتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں سلام بالتبع ہے ۔ چنانچہ ہمارے دارالعلوم قادریہ جیلانیہ کے طلباء جناب مولانا نثار احمد صاحب جماعتی اور مولانا احمد وقار بیگ قادری نے بذریعہ فون مرتب سے اس موضوع پر طویل گفتگو کی اور چیلنج کیا (یہ چیلنج آج بھی برقرار ہے) کہ وہ ثابت کرے کہ یہاں سلام بالتبع ہے ۔ مگر مرتب نے یہ چیلنج قبول کرنے یا اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کی بجائے راہ فرار اختیار کی ۔

۵ ۔ شاہ عبدالعزیز اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ " اور حدیث شریف سے ثابت ہے کہ لفظ علیہ السلام کا غیر انبیاء کی شان میں کہنا چاہئیے چنانچہ حدیث ہے ۔ علیہ السلام تحیۃ الموتیٰ ۔ یعنی موتیٰ کی شان میں علیہ السلام کہنا ان کے لئے تحفہ ہے ۔ یعنی بلا تخصیص ہر مسلمان میت کے لئے لفظ علیہ السلام تحفہ ہے تو اہل اسلام میں غیر انبیاء کی شان میں بھی علیہ السلام کہنا شرعاً ثابت ہے ۔

مرتب جواباً لکھتا ہے کہ اگر آپ کی اس دلیل کو تسلیم کیا جائے تو ہر مسلمان میت کے لئے علیہ السلام کہہ سکتے ہیں پھر اہل بیت ہی کی تخصیص کیسی ۔ کیونکہ اس حدیث (علیہ السلام تحیۃ الموتیٰ) میں کسی میت کی تخصیص نہیں ۔ لہذا آپ کی یہ دلیل بھی درست نہیں کیونکہ دعویٰ خاص اور دلیل عام ہے دونوں کی باہم مطابقت نہیں (رسالہ ص ۱۱)

ہم پوچھتے ہیں کہ اس دلیل (جو کہ حدیث سے مستنبط ہے) کو درست تسلیم نہ کرنے کے لئے وجہ جواز کیا ہے ؟

علاوہ ازیں یہ کہنا کہ دعویٰ دلیل کی باہم مطابقت نہیں یہ بھی مرتب کی عقل و فہم کا قصور ہے وگرنہ دعویٰ اور دلیل مطابق ہیں ۔ ملاحظہ فرمائیے :

دعویٰ بھی یہ کہ غیر انبیاء پر سلام جائز ہے ۔ اور دلیل میں بھی اسی کا تذکرہ ہے ۔ ثابت ہوا کہ دعویٰ بھی عام ہے اور دلیل بھی عام ۔ لہذا دعویٰ دلیل مطابق ہوئے ۔

حضرت علی علیہ السلام یا حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام اس لئے ذکر کیا گیا کیونکہ سوال میں اس کا ذکر تھا - نیز بطور مناط حکم اس کا ذکر کیا ہے - یعنی غیر نبی پر سلام جائز ہے اور حضرت علی اور حضرت امام حسین بھی غیر نبی ہیں لہذا ان پر سلام جائز ہے -

۶ - شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے فتویٰ میں فرماتے ہیں کہ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ یعنی سلام ہے اس پر جس نے راہ راست اختیار کی تو اس آیت میں تخصیص انبیاء کی نہیں مرتب اس کے جواب میں لکھتا ہے کہ یہ دلیل بھی دعویٰ سے مطابقت نہیں رکھتی - دعویٰ تو یہ ہے کہ اہل بیت اطہار پر علیہ السلام کہنا جائز ہے جب کہ دلیل میں عموم ہے یعنی ہر راہ راست پر چلنے والے پر سلام ہو - اس میں اگر انبیاء کرام کی تخصیص نہیں تو اہل بیت اطہار کی بھی کوئی تخصیص نہیں بلکہ ہر مسلمان کو علیہ السلام کہہ سکتے ہیں - (رسالہ ص ۱۱)

ہم پہلے بھی اس کا جواب دے چکے ہیں کہ دعویٰ دلیل مطابق ہیں نیز ہم کہتے ہیں کہ اگر بالفرض شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے دعویٰ اور دلیل میں باہم مطابقت نہ بھی ہو (کیونکہ ان کا دعویٰ خاص اور دلیل عام ہے) تب بھی یہ تو تم خود بھی تسلیم کر رہے ہو کہ دلیل میں عموم ہے یعنی ہر راہ راست پر چلنے والے پر سلام ہو - اور اس میں نہ تو انبیاء کرام کی تخصیص ہے اور نہ ہی اہل بیت اطہار کی تخصیص ہے بلکہ ہر مسلمان کو علیہ السلام کہہ سکتے ہیں تو پھر جھگڑا کس بات کا؟

جب ہر مسلمان کو علیہ السلام کہہ سکتے ہیں تو آئمہ اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام کیوں نہیں کہہ سکتے؟ نیز ہم پوچھتے ہیں کہ جب ہر مسلمان کو علیہ السلام کہہ سکتے ہیں تو پھر یہ (رسالہ) لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کہ آئمہ اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھنا یا کہنا درست نہیں؟ کیا دشمنان اہل بیت کی فہرست میں نام درج کروانا مقصود تھا؟

۷ ۔ مرتب نے مزید لکھا ہے کہ اہل سنت جیسے صلوۃ بالاستقلال جائز نہیں کہتے یوں ہی سلام مستقلاً جائز نہیں کہتے کیا وجہ ہے کہ صلوۃ میں تو جمہور اہل سنت کی بات تسلیم کر لی اور سلام میں تسلیم نہیں کی جبکہ جمہور علماء صلوۃ کی طرح سلام بھی مستقلاً غیر نبی پر نہیں کہتے جمہور کی ایک بات کو ماننا اور دوسری کو نہ ماننا یہ دورنگی چال کیسی ۔ (رسالہ ص ۱۱)
علمائے امت میں سے بے شمار شخصیات مستقل صلوۃ علیٰ غیر نبی کے مجوزین میں سے ہیں تو مجوزین (جن میں بڑے بڑے محققین شامل ہیں) کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ اہل سنت صلوۃ بالاستقلال جائز نہیں کہتے لہذا مرتب کا دعویٰ صریحاً باطل ہے ۔ علاوہ ازیں سلام کے مسئلہ میں تو اختلاف ہی نہیں ۔ اس لئے مرتب کا یہ دعویٰ بھی سراسر غلط اور باطل ہے کہ جمہور علماء صلوۃ کی طرح سلام کو بھی مستقل غیر نبی پر نہیں کہتے ۔ یہ صرف جوینی کا قول ہے اگر کسی نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے تو ساتھ تصریح بھی کر دی ہے کہ یہ جوینی کا قول ہے لہذا یہ جمہور کا مذہب نہ ہوا اور یوں مرتب کا دعویٰ باطل ٹھہرا ۔

۸ ۔ مرتب " ضروری نوٹ " کے عنوان سے لکھتا ہے کہ قبلہ شاہ صاحب ۔۔۔ اپنے فتویٰ میں کہ غیر انبیاء پر بھی علیہ السلام کا اطلاق جائز ہے ، اسی طرح منفرد ہیں جس طرح و ما اھل بہ لغیر اللہ کے ترجمہ میں منفرد ہیں ۔ تمام مفسرین یہاں اھل کا معنیٰ ذبح کرتے ہیں جب کہ شاہ صاحب اس کا معنیٰ آواز دی گئی ہو کرتے ہیں تو جس طرح آپ کا بیان کردہ معنیٰ جمہور مفسرین کے معنیٰ کے خلاف ہونے کی وجہ سے متروک ہے یوں ہی آپ کا فتویٰ بھی جمہور کے فیصلہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے متروک العمل ہے ۔ (رسالہ ص ۱۱)
شاہ عبدالعزیز و ما اھل بہ لغیر اللہ کے ترجمہ میں تو منفرد ہیں اور وہاں ان کا بیان کردہ معنیٰ جمہور مفسرین کے معنیٰ کے خلاف ہونے کی وجہ سے متروک ہے چنانچہ حضرت خواجہ سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی علیہ الرحمہ نے ان کے رد میں ایک کتاب

" اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان و ما اھل بہ لغیراللہ " بھی تحریر فرمائی ہے ۔ مگر۔۔۔۔۔۔ مرتب کا یہ دعویٰ سراسر باطل ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب مستقل سلام علیٰ غیر نبی کے مسئلہ میں بھی منفرد ہیں ۔ آئندہ صفحات پر آنے والے حوالہ جات کی روشنی میں آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہو جائیگا کہ شاہ عبدالعزیز اس مسئلہ (سلام) میں منفرد نہیں اور نہ ہی آپ کا فتویٰ جمہور کے فیصلہ کے خلاف ہے لہذا متروک العمل نہیں ۔ ہاں البتہ جوینی اس مسئلہ (سلام) میں منفرد ہے لہذا اس کا قول جمہور کے فیصلہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے متروک العمل اور باطل ہے ۔

مرتب نے بارہ صفحات پر مشتمل اپنے رسالہ کے آخر میں اپنے پیش کردہ حوالہ جات سے زیر عنوان " ان تمام حوالہ جات سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں " جو نتائج اخذ کئے ہیں وہ تمام کے تمام صریحاً باطل اور قطعاً بے بنیاد ہیں ۔ ہم انتہائی اختصار کے ساتھ ان کے ابطال کی وجوہات بیان کرتے ہیں ۔

۱۔ آئمہ اطہار کے اسمائے گرامی کے ساتھ علیہ السلام کہنا یا لکھنا صدر اول کے مسلمانوں میں رائج نہیں تھا وہ ان کے اسمائے مبارکہ کے ساتھ علیہ السلام نہ کہتے تھے اور نہ ہی لکھتے تھے ۔ (رسالہ ص ۱۱)

معلوم ہوتا ہے کہ جاہل و کم علم ہونے کے ساتھ ساتھ مرتب کا حافظہ بھی کمزور ہے ۔ مرتب کے اپنے ہی پیش کردہ حوالہ نمبر ۶ " حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں " کے زیر عنوان مندرجہ عبارت ملاحظہ فرمائیے:

" متقدمین میں اہل بیت ازواج مطہرات اور حضور کی ذریت پاک پر سلام کہنا متعارف تھا نیز اہل سنت و جماعت کی قدیم کتب میں ان کے اسمائے گرامی کے ساتھ سلام پایا جاتا تھا ۔۔۔۔۔۔۔ (رسالہ ص ۴)

۲.. یہ طریقہ بعد میں شیعہ حضرات (خواہ رافضی ہوں یا تفضیلی) نے ایجاد کیا ہے وہ آئمہ اطہار کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام اس لئے کہتے اور لکھتے ہیں کہ ان کو انبیاء کرام کے ساتھ برابر و مساوی بلکہ بہتر سمجھتے ہیں۔ (رسالہ ص ۱۱)

ابھی ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں (جسے خود مرتب نے بطور حوالہ پیش کیا ہے) کہ متقدمین میں آئمہ اہل بیت پر سلام کہنا رائج و متعارف تھا نیز کتب قدیمہ اہل سنت و جماعت میں سلام لکھا جاتا تھا۔ اب آپ خود ہی اندازہ فرمائیے کہ متقدمین (جن میں ایسی ایسی جلیل القدر اور عظیم ہستیاں موجود ہیں جو اہل سنت و جماعت کے لئے مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہیں) کو شیعہ (خواہ رافضی ہوں یا تفضیلی) ہونے کا الزام دینا کس قدر ظلم و ناانصافی اور ناقابل معافی جرم ہے۔ ؎

اتنی نہ بڑھا پاکی ، داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

۳.. اگر کوئی سنی غیر نبی پر علیہ السلام کہتا یا لکھتا ہے تو یہ ناواقفیت کی بنا پر ہے جسے حجت نہیں بنایا جا سکتا بلکہ اس کی اصلاح ضروری ہے۔ (رسالہ ص ۱۱)

ہم کہتے ہیں کہ جو سنی غیر نبی پر علیہ السلام کہتے یا لکھتے ہیں وہ عدم واقفیت کی بناء پر نہیں بلکہ قرآن و حدیث سے مستنبط دلائل کی روشنی میں کہتے ہیں جنہیں یقیناً حجت بنایا جا سکتا ہے۔ ہاں البتہ مانعین کی اصلاح ضروری ہے اس لئے کہ ان کے پاس غیر نبی پر علیہ السلام کہنے یا لکھنے کی ممانعت پر کوئی شرعی دلیل نہیں۔

۴.. جمہور علمائے اہل سنت کا فیصلہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام کے اسمائے مبارکہ کے ساتھ علیہ الصلوۃ و السلام یا صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کہنا اور لکھنا چاہئیے۔ صحابہ کرام

اور اہل بیت اطہار و ازواج مطہرات و صالحین کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ، عنہا، عنہم وغیرہ لکھنا اور کہنا چاہئیے جبکہ عام مومنین کے لئے غفراللہ یا عفااللہ عنہ، عنہم وغیرہ کہنا اور لکھنا چاہئیے۔

یہی ہمارے اسلاف کا شعار ہے اور یہی علمائے اہل سنت کا طریقہ و طرز عمل ہے۔ ہماری بہتری انہی کے طریقہ پر چلنے اور انہی کے طرز عمل کو اپنانے میں ہے۔ یہ چند حوالہ جات جمع کرنے کا مقصد بھی یہی ہے تاکہ خواص و عوام اہل سنت کو اپنے اور بیگانے کے شعار و طرز عمل کا پتہ چل جائے (رسالہ ص ۱۲)

ہم کہتے ہیں کہ جمہور علمائے اہل سنت آئمہ اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام کہنے یا لکھنے کے جواز کے قائل ہیں اور یہی ہمارے اسلاف (متقدمین) کا طریقہ اور طرز عمل رہا ہے (جیساکہ مرتب کے پیش کردہ حوالہ جات سے بھی ثابت کیا جا چکا ہے) اگر متاخرین میں سے بعض نے اس طریقہ اور طرز عمل کو ترک کیا ہے تو محض تعصب و عناد کی وجہ سے کیا ہے لہذا وہ ہمارے لئے حجت نہیں بن سکتا۔

ان حوالہ جات کے جمع کرنے سے یقیناً اپنے بیگانے کے شعار اور طرز عمل کا پتہ چل گیا ہے -------- کہ کون اہل سنت وجماعت کے طریقہ اور طرز عمل کو اپنائے ہوئے ہے اور کس کے رگ و پے میں ناصبیت کے زہریلے اور مہلک جراثیم سرایت کر گئے ہیں!

خلاصہ کلام

گذشتہ اوراق کی ابحاث سے بآسانی جو نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔

۱ ۔جمہور اہل سنت کے نزدیک غیر نبی پر مستقل سلام بلا کراہت جائز اور شرعاً ثابت ہے بالاتفاق اور علی الاطلاق غیر انبیاء و ملائکہ علیھم السلام کے لئے بالاستقلال تنہا سلام کو آج تک کسی نے ممنوع نہیں کہا اور اگر کسی نے ایسا دعوی کیا ہے تو اس کا تعاقب کیا گیا ہے۔

۲ ۔غیر نبی پر صلوۃ بالتبع جائز ہے۔جمہور اہل سنت اس پر متفق ہیں۔

۳ ۔غیر نبی پر مستقل صلوۃ پڑھنے میں اختلاف ہے۔

۴ ۔علماء کی ایک جماعت غیر نبی پر مستقل صلوۃ پڑھنے کے جواز کی قائل ہے۔(علماء مجوزین کے اقوال عنقریب آپ کے سامنے پیش کیے جائیں گے)

۵ ۔جبکہ ایک جماعتِ علماء عدم جواز صلوۃ علیٰ غیر نبی کی قائل ہے۔مانعین (جو عدم جواز کے قائل ہیں) میں بھی مراتب نہی میں اختلاف ہے اور (مانعین میں سے) جمہور اسے مکروہ تنزیہی کہتے ہیں۔

۶ ۔پانچویں صدی ہجری تک یہ اختلاف فقط صلوۃ میں تھا۔

۷ ۔پانچویں صدی ہجری کے ایک شافعی عالم ابو محمد جوینی المتوفی سنہ ۴۳۸ ہجری نے علامہ حلیمی شافعی کے قول کے پیش نظر یہ کہہ کر سلام کو بھی اس (اختلاف) میں شامل کر دیا کہ سلام بھی صلوۃ کے معنی میں ہے۔

مانعین صلوۃ کے دلائل۔۔۔ اور مجوزین کے جوابات

مانعین کے دلائل کا خلاصہ نیز مجوزین کے جوابات انتہائی اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہیں

۱۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مانعین میں مَراتب نہی میں اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اصح اور اشہر یہ ہے کہ مستقل صلوۃ علیٰ غیر نبی مکروہ تنزیہی ہے اور جمہور اسے مکروہ تنزیہی لکھتے ہیں ۔ مجوزین کہتے ہیں کہ اگر اس کی کراہت کو تسلیم کر لیا جائے تو بھی یہ کراہت تنزیہی ہے تحریمی نہیں کہ یہ فعل شنیع اور قبیح بن جائے اور سختی سے منع کیا جائے ۔ نیز مکروہ تنزیہی پر بھی جائز کا اطلاق کیا جا سکتا ہے ۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

وقد یقال اطلق الجائز و اراد بہ مایعم المکروہ لکن الظاہر ان المراد المکروہ تنزیہی (رد المحتار ص ۱۲۰ ج ۱) کہ جائز کا اطلاق مکروہ تنزیہی پر بھی ہوتا ہے ۔

لہذا جمہور کا اسے مکروہ تنزیہی کہنا ہمارے مؤقف کے خلاف نہ ٹھہرا ۔

۲۔ ملائکہ و انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے صلوۃ و سلام کے الفاظ تعظیماً استعمال کئے جاتے ہیں لہذا یہ انہیں کے ساتھ خاص ہیں ۔

مجوزین حضرات فرماتے ہیں کہ مانعین حضرات کا یہ فرمانا کہ صلوۃ و سلام کے الفاظ مستقلاً انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوۃ و السلام کے لئے تعظیماً استعمال کئے جاتے ہیں اس لئے ان کے ساتھ ہی خاص رہیں گے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ جو لفظ بھی تعظیم انبیاء علیہم السلام کے لئے استعمال کیا جائے وہ ان کے ساتھ خاص ہو ۔

۔ دیکھئے "سیدنا" و "مولانا" انبیاء علیہم السلام کے لئے تعظیماً استعمال کئے جاتے ہیں لیکن

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ساتھ خاص نہیں۔ صحابہ کرام، تابعین و دیگر بزرگان دین کے لئے بھی سیدنا و مولانا بکثرت بولا جاتا ہے۔ نیز صلوۃ وسلام کا انبیاء و ملائکہ کے ساتھ خاص ہونا نہ تو قرآن مجید سے ثابت ہے اور نہ ہی صحیح حدیث مرفوع سے ثابت ہے چنانچہ علامہ آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

"لکن نازع فیہ صاحب المعتمد من الشافعیہ بانہ لا دلیل علی الخصوصیہ" (روح المعانی ص ۸۶ جزء ۲۲) ۔کہ اصحاب شوافع میں سے صاحب معتمد نے اس مسئلہ میں سختی سے کہا ہے کہ اس خصوصیت پر کوئی دلیل نہیں ہے یعنی لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ لفظ صلوۃ اور سلام انبیاء کرام اور ملائکہ کے ساتھ خاص ہے، اس کے خاص ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکی۔

۴. یہ اہل بدعت کا طریقہ اور شعار روافض ہے کہ وہ آئمہ کے لئے صلوۃ و سلام کے الفاظ استعمال کرتے ہیں لہذا ہمیں (اہل سنت کو) ان کے ساتھ مشابہت سے پرہیز کرنا چاہئیے مجوزین فرماتے ہیں کہ اہل بدعت اور روافض کا شعار اہل سنت کے لئے اسی وقت مکروہ و ممنوع قرار پائے گا جب کہ وہ کسی امر مذموم میں ہو یا ان کیساتھ تشبہ کا قصد کیا جائے۔ الحمدللہ یہاں دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں پائی جاتی لہذا علت منع نہ پائی گئی۔ جب علت ہی نہیں تو حکم کراہت و منع کا مدار کس چیز پر ہو گا؟ چنانچہ علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وانما احدثہ الرافضہ فی بعض الآئمہ والتشبہ باھل البدع منہی عنہ فتجب مخالفتہم اھ اقول کراہتہ التشبہ باھل البدع مقررۃ عندنا ایضا لکن لا مطلقا بل فی المذموم و فی مایقصد بہ التشبہ بھم۔ (شامی ص ۶۵۸ ج ۵) اور علامہ آلوسی بغدادی علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں

ولا یخفی ان کراہتہ التشبہ باھل البدع مقررۃ عندنا ایضا لکن لا مطلقاً بل فی المذموم و فی ما قصد بہ التشبہ بھم فلا تغفل۔ (روح المعانی ص ۸۵ جزء ۲۲)

دونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مانعین حضرات حکم کراہت و منع کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ بعض آئمہ کے لئے (مستقلاً) صلوۃ و سلام کہنے کی بدعت روافض نے جاری کی ہے اور اہل بدعت کے ساتھ تشبہ ممنوع ہے لہذا ان کی مخالفت واجب ہے! میں کہوں گا کہ تشبہ باھل البدعہ کا مکروہ ہونا ہمارے نزدیک بھی ثابت ہے لیکن مطلقاً نہیں بلکہ امر مذموم میں مشابہت مکروہ ہے۔ نیز یہ کراہت اس وقت ہے جب کہ مشابہت مقصود بھی ہو۔
علاوہ ازیں یہ کوئی اصول کی بات نہیں کہ جو قول و فعل اہل بدعت کا شعار بن جائے وہ بے دریغ ناجائز ہی ہو۔ اگر وہ لوگ ایک اچھے کام کو مروج کر لیں تو کیا ہم اسے چھوڑ دیں گے؟ عبادات وغیرہ میں بہت سے شعائر ایسے ہیں جو اہل سنت اور اہل بدعت میں مشترک ہیں۔ وہاں بھی یہی قاعدہ جاری کرنے سے اہل سنت کے پلے کچھ نہیں رہتا۔ اسی لئے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ فی الواقع بروں کی مشابہت امر خیر میں منع نہیں ہے۔ (فتاویٰ عزیزیہ ص ۲۳۵)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر منڈانا خوارج کا شعار بتایا ہے۔ اس کے باوجود ہمارے لئے سر منڈانا ناجائز نہیں کیا بلکہ بعض حالات میں مثلاً حج و عمرہ سے فراغت کے وقت حلق راس کو افضل قرار دیا ہے۔

۴. مانعین صلوۃ علیٰ غیر نبی کے پاس ممانعت کے جو دلائل ہیں ان کی اصل بنیاد اثر ابن عباس ہے (سفیان ثوری وغیرہ کا ماخذ بھی یہی اثر ابن عباس ہے) کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:
وروی عن ابن عباس: انہ لا تجوز الصلاۃ علیٰ غیر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وروی عنہ لا تنبغی الصلاۃ علیٰ احد الا النبیین ـــــ (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ص ۱۸۶ ج ۲) ـ کہ غیر نبی پر صلوۃ جائز نہیں اور انہی سے یہ بھی روایت ہے کہ نبیوں کے سوا کسی پر صلوۃ نہ پڑھی جائے۔

مجوزین کہتے ہیں کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس میں مطلقاً صلوۃ علیٰ غیر نبی سے منع فرمارہے ہیں ۔ انہوں نے بالتبع یا بالاستقلال کی تقسیم نہیں فرمائی

جب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما خود نماز میں آل نبی پر صلوۃ (بالتبع) پڑھتے تھے تو پھر وہ (مطلقاً) اس سے منع کیسے کر سکتے تھے ؟ غالباً یہی وجہ ہے کہ بالتبع اور بالاستقلال کی تقسیم کی گئی ۔ مگر مانعین میں سے کوئی بتا سکتا ہے کہ سب سے پہلے یہ (بالتبع اور بالاستقلال کی) تقسیم کس نے کی ؟

نیز قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ؛ قالوا: والاسانید عن ابن عباس لینۃ (الشفا ص ۱۸۸ ج ۲) ۔ جمہور نے کہا ہے کہ اس اثر ابن عباس کی تمام اسناد (سندیں) لینۃ (نرم اور کمزور) ہیں ۔

اور ملا علی قاری علیہ الرحمہ اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (قالوا) ای یحیٰ و اتباعہ اوجمہور العلماء و ھوالظاہر من قولہ (الاسانید) ای الواردۃ (عن ابن عباس) من نحو قولہ لا تجوز الصلاۃ علیٰ غیر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (لینۃ) ای ضعیفہ لا یصلح شی ۔ مہنا للاحتجاج بہ علی عدم جواز الصلاۃ علیٰ غیرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۔ (شرح شفاء لملا علی قاری ص ۸۳۳)

کہ یحیٰ اور ان کے متبعین یا جمہور علماء نے کہا ہے اور مصنف کے قول سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباس کے جو اقوال اس طرح نقل کئے گئے ہیں کہ غیر نبی پر صلوۃ جائز نہیں ، ان تمام کی اسناد (سندیں) لینۃ (نرم و کمزور) ہیں ۔ یعنی ضعیف ہیں اور ان سے غیر نبی پر صلوۃ پڑھنے کو ناجائز قرار دینے کے لئے استدلال کرنا (دلیل بنانا) ہرگز اور کسی طرح بھی صحیح نہیں ۔

ثابت ہوا کہ مانعین صلوۃ کے پاس ممانعت کی جو بنیادی دلیل تھی وہ ناقابل استدلال و ناقابل احتجاج ہے۔ لہذا جب بنیاد ہی منہدم ہو گئی تو اس پر تعمیر شدہ عمارت کا وجود بھی عنقا ہو گیا۔ اور مہر نیم روز کی طرح روشن ہو گیا کہ صلوۃ علیٰ غیر نبی جائز ہے۔

جوینی کے دلائل اور ان کا رد

گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ غیر نبی پر مستقل سلام کہنے یا لکھنے میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ البتہ جوینی نے علامہ حلیمی کے قول کے پیش نظر یہ کہہ کر اختلاف کی بنیاد رکھی کہ سلام بھی صلوۃ کے معنی میں ہے۔ لہذا دونوں کا حکم بھی ایک ہے۔ اور مستقل صلوۃ علیٰ غیر نبی کی طرح مستقل سلام علیٰ غیر نبی بھی جائز نہیں۔

ہم اگرچہ مجوزین کی طرف سے (دلائل کی روشنی میں) مستقل صلوۃ علیٰ غیر نبی کا جواز بھی ثابت کر چکے ہیں (اور جب مستقل صلوۃ علیٰ غیر نبی جائز ہوا تو مستقل سلام تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا)۔ تاہم جوینی کے اس قول (سلام بھی صلوۃ کا ہم معنی ہے) کی حقیقت نیز جوینی کے دلائل کی حیثیت واضح کرتے ہیں۔

۱۔ لفظ "سلام" کا "صلوۃ" کے ہم معنی ہونا بداہتاً باطل ہے۔ اس لئے کہ دونوں کا مادہ ترکیب و اشتقاق، وضع و ہیئت اور استعمال بالکل الگ ہے۔ پھر ایک معنی میں ہونا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ ثبوت کے لئے کتب لغات کے حوالہ جات پیش خدمت ہیں:

سلام کے معانی

السلام فی الاصل (السلامۃ) و ھی (البراءۃ من العیوب) و الآفات و فی الاساس سلم من البلاء سلامۃ و سلاما و قال ابن قتیبۃ یجوز ان یکون السلام والسلامۃ لغتین کاللذاذ واللذاذۃ (تاج العروس للزبیدی ص ۳۳۸ ج ۴)

سلم : السلام و السلامۃ : البرأۃ ---- و قال ابن الاعرابی السلامۃ العافیۃ، ------ والسلام التحیۃ، قال ابن قتیبہ : یجوز ان یکون السلام و السلامۃ لغتین کلذاذ و اللذاذۃ۔

قال : و یجوز ان یکون السلام جمع سلامۃ، و قال ابو الھیثم السلام و التحیۃ معناھما واحد، و معناھما السلامۃ من جمیع الآفات ------

والسلام فی الاصل : السلامۃ، یقال : سلم یسلم سلاما و سلامۃ و منہ قیل للجنۃ : دار السلام لانہا دار السلامۃ من الآفات ----

والسلام : الاسم من التسلیم ---- ذکر محمد بن یزید ان السلام فی لغۃ العرب اربعۃ اشیاء : فمنہا سلمت سلاماً مصدر سلمت، و منہا السلام جمع سلامۃ، و منہا السلام اسم من اسماء اللہ تعالی، و منہا السلام شجر۔

و معنی السلام الذی ھو مصدر سلمت انہ دعاء للانسان بان یسلم من الآفات فی دینہ و نفسہ ۔ (لسان العرب لابن منظور افریقی ص ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱ ج ۱۲)

والسلام : السلامۃ ۔ والسلام : الاستسلام ۔ والسلام : الاسم من التسلیم ۔ والسلام : اسم من اسماء اللہ تعالی ۔ والسَلَامُ والسِلَامُ ایض

: شجرہ۔ والسلام: البرأة من العیوب (الصحاح للجوھری ص ۱۹۵۱ ج ۵)
و سلم من العیوب والآفات یسلم سلاما و سلامۃ نجا و بری ء منہا---- السلام مصدر و اسم من التسلیم کالکلام من التکلیم --------- و السلام ایضاً من اسماء اللہ تعالی لسلامتہ من النقص والعیب والفناء۔ وھو مصدر فی الاصل و المراد بہ ذوالسلام۔ ولیس فی اسماء اللہ تعالی مصدرا الاھذا------

والسلام تحیۃ عند اللاسلام یقولون سلام علیکم و ھو دعاء لہم بالسلامۃ من الآفات فی الدین والعقل والنفس والعرض والجسم والمال والجاہ والولد والاھل ای کان اللہ معکم حافظالکم ---- (محیط المحیط ص ۴۲۳، ۴۲۴)

سلم: السلم: والسلامۃ التعری من الآفات الظاہرۃ والباطنۃ------ وقیل السلام اسم من اسماء اللہ تعالی ۔ (مفردات امام راغب ص ۲۳۹ کتاب السین)

تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ سلام درج ذیل معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے:

نقائص و عیوب اور جمیع آفات و بلیات سے محفوظ رہنا ۔ عافیت و رہائی پانا ۔ اللہ تبارک تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم ۔ ہر نقصان و عیب سے پاک ۔ بے عیب ہو: تحیۃ۔ ایک کڑوا درخت ۔

صلوۃ کے معانی

(والصلاۃ) ۔۔۔۔ اما معناها قیل (الدعاء) و هو اصل معانیها و به صدر الجوهری
الترجمۃ و منه قوله تعالیٰ و صل علیهم ای ادع لهم یقال صلی علی فلان از دعاله و زکاه ۔۔۔۔۔ و فی الحدیث و ان کان صائما فلیصل ای فلیدع بالبرکۃ و الخیر و کل داع مصل (و) قال ابن الاعرابی الصلاۃ من الله (الرحمۃ) و منه هوالذی یصلی علیکم ای یرحم (و) قیل الصلاۃ من الملائکۃ (الاستغفار) والدعاء و منه صلت علیه الملائکۃ عشرا ای استغفرت و قد یکون من غیرالملائکۃ و منه حدیث سورة اذا متنا صلی لنا عثمان بن مظعون ای استغفر و کان قدمات یومئذ ۔

(و) قیل الصلاۃ (حسن الثناء من الله عز و جل علی رسوله صلی الله علیه و آله وسلم) ۔ (تاج العروس للزبیدی ص ۲۱۳ ج ۴)

و الصلاۃ : الدعاء والاستغفار ۔۔۔ والصلاۃ من الله تعالیٰ : الرحمۃ ۔۔۔۔۔ و صلاۃ الله علی رسوله ! رحمته له و حسن ثنائه علیه ۔
فالصلوۃ من الملائکۃ دعاء و استغفار و من الله رحمۃ ۔۔۔۔
الصلاۃ من الله رحمۃ . و من المخلوقین الملائکۃ والانس والجن : القیام إلرکوع و السجود والدعاء والتسبیح ۔۔۔۔۔

اما قولنا اللہم صل علی محمد ۔ فمعناہ عظمہ فی الدنیا باعلاء ذکرہ و اظہار دعوتہ وابقاء شریعتہ ۔ و فی الآخرۃ بتشفیعہ فی امتہ و تضعیف اجرہ و مثوبتہ ۔ (لسان العرب ص ۳۶۴. ۳۶۵. ۳۶۶ ج ۱۴)

الصلاۃ : الدعاء ۔ والصلاۃ من اللہ تعالی : الرحمۃ ۔ والصلاۃ : واحدۃ الصلوات المفروضۃ و ہو اسم یوضع مو ضع المصدر تقول صلیت صلاۃ و لا تقول تصلیۃ ۔ و صلیت علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ (الصحاح للجوہری ص ۲۴۰۲ ج ۶)

صلی اللہ علی رسولہ بارک علیہ و احسن علیہ الثناء ...... الصلاۃ الدعاء والدین والرحمۃ والاستغفار و حسن للثناء من اللہ علی الرسول و عبادۃ فیہا رکوع و سجود ......

الصلوۃ من اللہ الرحمۃ ۔ و من الملائکۃ الاستغفار ۔ و من المؤمنین الدعاء و من الطیر و الہوام التسبیح ۔ (محیط المحیط ص ۵۱۷)
والصلاۃ قال کثیر من اہل اللغۃ : ہی الدعاء و التبریک والتمجید . یقال صلیت علیہ ای دعوت لہ و زکیت ۔ وقال علیہ السلام : "ازا دعی احد کم الی طعام فلیجب ۔ و ان کان صائما فلیصل " ای لیدع لا ہلہ (وصل علیہم ان صلاتک سکن لہم ۔ یصلون علی النبی یا ایہاالذین امنوا صلوا علیہ) و صلوات الرسول و صلاۃ اللہ للمسلمین ہو فی التحقیق تزکیۃ ایاہم ۔ وقال (اولئک علیہم صلوات من ربہم و رحمۃ)

و من الملائكة هى الدعاء والاستغفار كما هى من الناس. قال (ان الله و ملائكته يصلون على النبى) والصلاة التى هى العبادة المخصوصة اصلها الدعاء و سميت هذه العبادة بها كتسمية الشىء باسم بعض مايتضمنه ....

و يسمى موضع العبادة الصلاة. و لذلک سميت الكنائس صلوات كقوله (لهدمت صوامع و بيع و صلوات و مساجد) ۔ (مفردات امام راغب ص ٢٨٥ كتاب الصاد)

مندرجہ بالا تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ صلوۃ عربی زبان میں متعدد معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے:

رحمت ۔ درود ۔ دعا ۔ مدح و ثنا ۔ تعظیم ۔ تسبیح ۔ استغفار ۔ مغفرت ۔ نماز (عبادت مخصوصہ) ۔ یہود کے عبادت خانے ۔

جب لفظ صلوۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد رحمت ہوتی ہے، فرشتوں کی طرف نسبت ہو تو دعاء و استغفار اور مومنین کی طرف نسبت ہو تو اس سے مطلق دعا یا دعاء و مدح و ثناء و تعظیم کا مجموعہ مراد ہو گا۔

نیز نبی کریم علیہ الصلوۃ و السلام پر اللہ تعالیٰ کی صلوۃ سے مراد آپ کی تعظیم اور فرشتوں کے سامنے مدح و ثناء ہے۔

علماء نے " اللھم صل علیٰ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے معنیٰ یہ بیان کئے ہیں کہ یا رب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عظمت عطا فرما، دنیا میں ان کا ذکر بلند اور ان کی دعوت غالب فرما کر اور ان کی شریعت کو بقاء عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کا ثواب زیادہ کر کے اور اولین و آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیاء و مرسلین و ملائکہ اور تمام خلق پر ان کی شان بلند فرما کر (خزائن العرفان زیر آیت صلوۃ و سلام)

ایک شبہ کا ازالہ

ممکن ہے کہ یہاں یہ شبہ پیدا کیا جائے کہ سلام تحیۃ میں بھی معنی دعا متضمن ہے اور جب صلوۃ کی نسبت مومنین کی طرف ہو تو اس سے بھی دعا مراد ہوتی ہے لہذا سلام اور صلوۃ ہم معنی ہوتے اور یوں دونوں کا حکم بھی ایک جیسا ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر صلوۃ کا معنی مطلق دعا یا رحمت ہو تو یہ مستقل طور پر غیر نبی کے لئے جائز ہے (التعلیق المحمود علیٰ سنن ابی داؤد ص ۲۱۴) لہذا سلام تو بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔

۲۔ جوینی کا طرز استدلال یوں ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے صلوۃ و سلام کو مقارن و متصل (ساتھ ساتھ ۔اکٹھا) رکھا ہے ۔ دونوں کا اکٹھا رکھنا اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ دونوں ہم معنی ہیں اور یوں ان دونوں کا حکم بھی ایک جیسا ہے چنانچہ امام نووی علیہ الرحمہ شارح مسلم لکھتے ہیں: قال الشیخ ابو محمد الجوینی من آئمۃ اصحابنا السلام فی معنی الصلوۃ ولا یفرد بہ غیر الانبیاء لان اللہ تعالیٰ قرن بینھما ۔ (شرح مسلم ص ۳۴۶ ج ۱)

نیز امام سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: قال الجوینی والسلام فی معنی الصلوۃ فان اللہ قرن بینھما ۔۔۔۔۔۔ الخصائص الکبریٰ ص ۲۶۲ ج ۲)

معلوم ہوا کہ جوینی کے نزدیک سلام اس لئے صلوۃ کے معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو مقارن (اکٹھا) رکھا ہے ۔ اگرچہ از روئے لغت جوینی کے قول (کہ سلام بھی صلوۃ کے معنی میں ہے) کا بطلان واضح ہو چکا ہے تاہم جوینی کا یہ استدلال بھی تار عنکبوت کی طرح کمزور اور کئی وجوہ سے باطل ہے:

اولاً: دو چیزوں کا صرف ملاپ (اکٹھا ہونا) دونوں کے ہم معنی ہونے کو مستلزم نہیں ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں اکثر مقامات پر زکوۃ کو صلوۃ (نماز) کے ساتھ رکھا ہے تو کیا زکوۃ، صلوۃ (نماز) کے ہم معنی ہوگی ؟

ثانیاً: صحیح بخاری و مسلم وغیرہ سب کتب حدیث میں یہ حدیث موجود ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ آیت کریمہ (ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنو صلوا علیہ و سلموا تسلیما) نازل ہوئی تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ قدسیہ میں عرض کیا (کہ آیت میں ہمیں دو چیزوں کا حکم ہے صلوۃ اور سلام)۔ سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے (کہ السلام علیک ایھا النبی کہتے ہیں) صلوۃ کا طریقہ بھی بتلا دیجئے۔

صحح عن کعب ابن عجرہ قال: لما نزلت هذه الآیہ. قلنا یا رسول اللہ: قد علمنا کیف نسلم علیک، فکیف نصلی علیک؟ فقال، قولو اللھم صل علی محمد و علی آل محمد الی آخرہ۔ (صواعق محرقہ ص ۲۲۵)

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ الفاظ کہا کرو" اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد ۔۔۔۔۔ آخر تک۔ صحابہ کرام کے سوال کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سلام کرنے کا طریقہ تو پہلے سیکھ چکے تھے کہ تشہد (یعنی التحیات) میں السلام علیک ایھا النبی و رحمتہ اللہ و برکاتہ کہا جائے اس لئے اب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلوۃ پڑھنے کا طریقہ دریافت کیا اور الفاظ صلوۃ متعین کرائے۔

ظاہر ہے کہ نہ تو صحابہ کرام نے سلام اور صلوۃ کو ہم معنی سمجھا وگرنہ سوال نہ کرتے کہ سلام کرنے کا طریقہ ہمیں بتا چکے ہیں اب صلوۃ پڑھنے کا طریقہ بھی بتا دیجئے۔ اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سلام اور صلوۃ ہم معنی ہیں بلکہ صلوۃ پڑھنے کا طریقہ ارشاد فرمایا۔

یہی وجہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر مبارک کے وقت صلوۃ و سلام دونوں پڑھے اور لکھے جاتے ہیں۔ اور علماء امت کا مسلسل عمل اس پر شاہد ہے کہ د

دونوں ہی کو جمع کرتے ہیں ۔ شیخ الاسلام امام نووی علیہ الرحمہ وغیرہ نے دونوں میں سے صرف ایک پر اکتفاء کرنا مکروہ فرمایا ہے ۔ (معارف القرآن ص ۲۲۵ ج ۷)

فقال النووی یکرہ افراد الصلوۃ عن السلام و استدل بو رودا لامر بہما معافی الآیہ یعنی قولہ تعالی ان اللہ وملا ئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما......

لکن قال فی فتح الباری انہ یکرہ ان یفرد الصلاۃ و لا یسلم اء صلا اما لو صلی فی وقت و سلم فی وقت آخر فانہ یکون ممتثلاً ۔ (المواھب اللدنیہ ص ۱۲۰ ج ۲)

امام نووی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ (حضور علیہ الصلوۃ والسلام) پر بغیر سلام کے صرف صلوۃ پڑھنا مکروہ ہے اور ان کا طرز استدلال یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آیت کریمہ (ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما) میں صلوۃ و سلام دونوں کے پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے ----۔ اگرچہ اس مسئلہ میں ان کا تعاقب کیا گیا ہے ----۔ تاہم فتح الباری میں ہے کہ صرف صلوۃ پڑھے سلام بالکل نہ پڑھے تو یہ مکروہ ہے ہاں اگر کسی نے ایک وقت میں صلوۃ پڑھا اور کسی دوسرے وقت میں سلام پڑھ لیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم (صلوا علیہ و سلموا تسلیما) پر عمل کرنے والا شمار ہو گا ۔

۳ : علاوہ ازیں محقق دوراں رازی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ امام حلیمی علیہ الرحمہ نے صلوۃ کو بمعنی سلام کہا اور اسی قول کے پیش نظر امام الحرمین جوینی نے سلام کو بمعنی صلوۃ قرار دیا ۔ لیکن مخفی نہ رہے کہ یہ دونوں بزرگ شافعی ہیں لہذا یہ قول شوافع کا ہوا جسے بعض احناف نے بھی ذکر کر دیا ۔

نیز یہ کہ امام حلیمی اور امام جوینی رحمہما اللہ نے صلوۃ کو بمعنی سلام اور بالعکس مطلقاً نہیں کہا بلکہ اس امر میں کہ صلوۃ و سلام دونوں ہماری دعا اور منزل من اللہ ہونے میں ایک دوسرے کے ہم معنی اور مشعر تعظیم ہیں۔

اگرچہ اس معنی کو امام جوینی علیہ الرحمہ نے غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے حق میں مستقلاً لفظ سلام بولنے کے لئے علت منع قرار دیا ہے لیکن اہل سنت و فقہائے احناف کے دیگر محققین نے اسے تسلیم نہیں کیا۔

اس بیان سے اہل علم حضرات پر یہ امر بھی بخوبی واضح ہوگیا ہوگا کہ امام حلیمی اور امام جوینی علیہما الرحمہ نے جس سلام کو بمعنی صلوۃ قرار دے کر اس کا استعمال غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے ممنوع قرار دیا ہے وہ "سلام من اللہ" ہے۔ اور جو سلام تحیۃ من العباد ہو وہ ان کے نزدیک بمعنی صلوٰۃ نہیں۔ نہ وہ اسے ممنوع قرار دیتے ہیں۔ ثابت ہوا امام جوینی کے قول "فلا یقال علی علیہ السلام" جسے روح البیان، روح المعانی، جوہر التوحید اور شامی وغیرہ نے نقل کیا ہے سے مراد "قطعاً سلام من اللہ ہے۔ سلام تحیہ نہیں۔ دیکھئے روح المعانی پارہ ۲۲ ص ۸۶۔ لہذا اگر بطور تحیۃ علی علیہ السلام یا حسین علیہ السلام کہا جائے تو امام جوینی اور ان کے متبعین کے قول پر بھی ممنوع نہ ہوگا۔ (پندرہ روزہ السعید ملتان رحمۃ اللعالمین نمبر)

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ دلائل و براہین کی روشنی میں یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوگئی کہ آئمہ اہل بیت اطہار خصوصاً سیدنا حضرت علی المرتضیٰ، سیدنا حضرت امام حسین (علیہم السلام) کے اسمائے گرامی کے ساتھ علیہ السلام لکھنا اور کہنا بلا کراہت جائز ہے۔

آخر میں ہم (گذشتہ اوراق میں کئے گئے وعدہ کے مطابق) مجوزین صلوۃ علیٰ غیر نبی کے اقوال اور غیر نبی پر مستقل سلام کے جواز پر جمہور علمائے امت کے ارشادات پیش کرتے ہیں ۔ نیز وہ حوالہ جات بھی پیش خدمت ہیں ۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مفسرین کی ایک جماعت نے قرآن مجید سورۃ صفت کی آیت "سلام علیٰ اِل یاسین" سے "سلام علیٰ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" مراد لیا ہے ۔

وما توفیقی الا باللہ ۔ علیہ توکلت والیہ انیب ۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب

لیجئے بخاری شریف کی حدیث پیش خدمت ہے۔

باب صلوۃ الامام و دعائہ لصاحب الصدقہ و قولہ تعالی خذ من اموالهم صدقہ تطہرھم و تزکیہم بھا و صل علیہم الایہ حدثنا حفص بن عمر قال حدثنا شعبہ عن عمرو بن مرۃ عن عبداللہ بن ابی اوفی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا اتاہ قوم بصدقتہم قال اللہم صل علی ال فلان فاتاہ ابی بصدقتہ فقال اللہم صل علی آل ابی اوفی۔ (صحیح بخاری ص ۲۰۳ ج ۱ کتاب الزکوۃ)

صاحب صدقہ کے لئے امام کے درود (صلوۃ) و دعاء کا باب اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان " ان کے اموال میں سے صدقہ لیجئے۔ جس سے ان کی تطہیر و تزکیہ کیجئے اور ان کے لئے دعائے رحمت کیجئے " ------ عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے، کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب کوئی قوم صدقہ لاتی تو فرماتے: اللہم صل علیٰ آل فلان - پس میرے باپ اپنا صدقہ لے کر ان کے پاس گئے تو فرمایا " اللہم صل علیٰ آل ابی اوفی "

ترجمۃ الباب قائم کر کے اور اس کے ساتھ آیت کو تائید میں لا کر امام بخاری علیہ الرحمہ اس حدیث سے غیر انبیاء کے لئے صلوۃ لکھنے اور بولنے کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔ اگرچہ اس حدیث کی شرح میں کہا گیا ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے تاہم اس اختصاص پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکی۔ نیز امام بخاری علیہ الرحمہ غیر انبیاء پر صلوۃ کے جواز کے قائل ہیں جیسا کہ ترجمۃ الباب سے ظاہر ہے۔ انہوں نے سرکار علیہ الصلوۃ و السلام کے ساتھ اس کے اختصاص کا ذکر نہیں کیا۔ دوبارہ غور فرمائیے:

" باب صلوۃ الامام و دعائہ لصاحب الصدقہ "

علاوہ ازیں علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں:

علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں

صاحب معارف القرآن مفتی محمد شفیع کے استاذ علامہ شبیر احمد عثمانی اسی حدیث کی شرح میں مفصل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: واستدل بہ علیٰ جواز الصلوۃ علیٰ غیر الانبیاء (فتح الملہم ص ۱۰۴ ج ۳) ۔ کہ اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ غیر انبیاء پر صلوۃ جائز ہے

اگرچہ انہوں نے مجوزین نیز مانعین کے اقوال بھی پیش کئے ہیں تاہم ہمیں صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمہ غیر انبیاء پر صلوۃ کے جواز کے قائل ہیں ملاحظہ فرمائیے:

و قالت طائفۃ تجوز مطلقاً و ھو مقتضے صنیع البخاری (فتح الملہم ص ۱۰۴ ج ۳)

اور علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ (غیر انبیاء پر صلوۃ) مطلقاً جائز ہے ۔ (بالتبع ہو یا بالاستقلال) اور یہی امام بخاری علیہ الرحمہ کا مذہب ہے ۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ عمدۃ القاری شرح بخاری میں اسی حدیث (مذکورہ بالا) کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔ (اگرچہ مانعین جواز کے اقوال بھی پیش کئے ہیں) ۔

احتج بالحدیث المذکور من جوز الصلاۃ علی غیر الانبیاء علیہم الصلوۃ و السلام بالاستقلال و ھو قول احمد ایضاً ۔ (عمدۃ القاری ص ۹۵ ج ۷)

جنہوں نے غیر انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام پر مستقل طور پر صلوۃ پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے ،

اسی حدیث مذکور سے استدلال و احتجاج کیا ہے ۔ اور امام احمد علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے

معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ بھی غیر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر مستقل صلوۃ کے مجوز ہیں ۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اسی حدیث مذکورہ بالا کی شرح میں امام نووی علیہ الرحمہ نے بسوط کلام کیا ہے ۔ اگرچہ جماعت مانعین کے اقوال و دلائل اور مراتب نہی میں ان کے اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے کراہت تنزیہی کو اصح و اشہر قرار دیا ہے تاہم اتنا ضرور واضح کر دیا ہے کہ علماء کی ایک جماعت غیر انبیاء پر جواز صلوۃ کی قائل ہے ۔
وقال جماعۃ من العلماء یجوز ذالک بلا کراھۃ لھذا الحدیث (صحیح مسلم مع شرح نووی ص ۳۴۶ ج ۱) ۔ علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس حدیث کی وجہ سے یہ (صلوۃ علیٰ غیر نبی) بلا کراہت جائز ہے ۔

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب

امام ابو داؤد علیہ الرحمہ ترجمۃ الباب اور حدیث باب سے اشارہ کر رہے ہیں کہ صلوۃ غیر نبی کے لئے بھی جائز ہے ۔ ملاحظہ فرمائیے:
باب الصلوۃ علی غیر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
عن جابر بن عبداللہ ان امراۃ قالت للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صل علی و علیٰ زوجی فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیک و علیٰ زوجک (سنن ابی داؤد ص ۲۱۴ ج ۱

باب غیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوۃ کے بیان میں۔
حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: مجھ پر اور میرے خاوند پر صلوۃ (دعا) پڑھیئے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صلی اللہ علیک وعلیٰ زوجک (تجھ پر اور تیرے شوہر پر اللہ کی رحمت ہو)

طرز استدلال یوں ہے کہ عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے لئے اور اپنے شوہر کے لئے صلوۃ کی درخواست کرتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی درخواست منظور فرمائی اور دعا کی۔ یہ نہ فرمایا کہ صلوۃ تو صرف انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے خصائص میں سے ہے تو کس لئے درخواست کر رہی ہے؟

ممکن ہے یہ کہا جائے کہ یہ خاصہ نبوی ہے جس پر چاہیں صلوۃ پڑھیں مگر اس تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ چنانچہ

مولانا فخرالحسن گنگوہی لکھتے ہیں

مولانا فخرالحسن گنگوہی اس حدیث کے حاشیہ پر مختصر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
والمبالغون یجعلون ھذا من خصوصیاتہ (التعلیق المحمود علیٰ سنن ابن داؤد ص ۲۱۴) اور مبالغہ کرنے والے کہتے ہیں کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔
گویا کہ مولانا فخرالحسن گنگوہی کے نزدیک تخصیص کا قول مبالغہ کرنے والوں کا ہے۔ کیونکہ تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ملتی محض ان کے اپنے ذہن کی اختراع ہے اور اسی کو سب پر ٹھونس رہے ہیں۔

یحییٰ بن یحییٰ اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

یحییٰ بن یحییٰ اندلس کے عالم ہیں اور امام مالک سے مؤطا کی روایت کی ہے:
یحییٰ بن یحییٰ اللیثی عالم اندلس و راوی المؤطا عن مالک رحمہ اللہ۔ (الشفاء ص ۱۸۷ ج ۲ حاشیہ نمبر ۴)

امام مالک علیہ الرحمہ نے غیر انبیاء پر صلوۃ کو مکروہ کہا۔ چنانچہ
و خالفہ یحییٰ بن یحییٰ فقال لا بأس بہ و احتج بأن الصلاۃ دعاء بالرحمہ فلا تمتنع الا بنص او اجماع (المواھب الدنیہ ص ۱۲۱ ج ۲)

یحییٰ بن یحییٰ نے ان کی مخالفت کی اور کہا کہ اس میں (یعنی غیر انبیاء پر صلوۃ پڑھنے میں) کچھ مضائقہ نہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ صلوۃ رحمت کی دعا ہے۔ پس یہ (صلوۃ علیٰ غیر نبی) منع نہیں ہو گا مگر نص کے ساتھ یا اجماع کے ساتھ۔
اور ممانعت میں نہ تو نص وارد ہے اور نہ ہی اس پر اجماع ہے۔ لہذا جائز ہوا۔

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ اپنی کتاب صواعق محرقہ میں فضائل اہل بیت بیان کرتے ہوئے وہ آیات پیش کر رہے ہیں جو فضائل اہل بیت میں وارد ہوئی ہیں چنانچہ تیسری آیت پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے: الآیۃ الثالثۃ: قولہ تعالیٰ "سلام علیٰ آل یاسین" فقد نقل جماعۃ من المفسرین عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان المراد بذلک سلام علیٰ آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، وکذا قالہ الکلبی وعلیہ فھو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل بطریق الاولی او النص کما فی (اللھم صل علی آل ابی اوفی) لکن اکثر المفسرین علی ان المراد الیاس علیہ السلام و ھو قضیۃ السیاق (صواعق محرقہ ص ۲۲۸ باب حادی عشر فی فضائل اہل بیت النبوی فصل اول فی الآیات الواردۃ فیھم)

تیسری آیت اللہ تعالیٰ کا فرمان: سلام ہو تم پر اے آل یاسین ۔ مفسرین کی ایک جماعت نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ مراد اس سے آل محمدؐ پر سلام ہے اسی طرح کلبی نے کہا ہے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطریق اولیٰ یا نص سے داخل ہیں جیسے اللھم صل علیٰ آل ابی اوفیٰ میں ہے لیکن اکثر مفسرین اس قول پر ہیں کہ مراد الیاس علیہ السلام ہیں جو کہ سیاق کلام کا تقاضہ ہے ۔ اگرچہ اکثر مفسرین سیاق کلام کے پیش نظر اس قول پر ہیں کہ مراد الیاس علیہ السلام ہیں تاہم یہ تو واضح ہوگیا ہے کہ مفسرین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ مراد اس سے آل محمد پر سلام ہے نیز خود امام ابن حجر مکی اس آیت کو ان آیات کی فہرست میں لائے ہیں جو فضائل اہل بیت میں وارد ہوئی ہیں ۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے ۔

مفتی اعظم برطانیہ مفتی غلام رسول صاحب جماعتی فرماتے ہیں

امام حسین علیہ السلام و دیگر آئمہ اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھنا جائز ہے ۔ امام فخرالدین رازی المتوفی ۶۰۶ ہجری فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت آپ کے ساتھ سلام میں مساوی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سلام علیٰ آل یاسین (صواعق محرقہ ص ۸۹) شاہ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ ہجری فرماتے ہیں کہ متقدمین میں اہل بیت رسول یعنی ذریت و ازواج مطہرات پر سلام کہنا متعارف تھا اور مشائخ اہل سنت کی کتابوں میں اس کی کتابت پائی جاتی تھی (اشعۃ اللمعات ص ۴۳۴) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی المتوفی ۱۲۳۹ ہجری لکھتے ہیں کہ لفظ سلام کا غیر انبیاء کی شان میں کہہ سکتے ہیں جس کی سند یہ ہے کہ اہل سنت کی کتب قدیمہ حدیث میں علی الخصوص ابوداؤد، صحیح بخاری میں حضرت علی و حضرات حسنین و حضرت فاطمہ و حضرت خدیجہ و حضرت عباس کے ذکر کے ساتھ لفظ علیہ السلام مذکور ہے ۔

البتہ بعض علمائے ماوراء النہر نے
شیعہ کی مشابہت کے لحاظ سے اس کو منع لکھا ہے لیکن فی الواقع بروں کی مشابہت امر خیر میں منع نہیں ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ پہلی کتاب اصول حنفیہ کی شاشی ہے۔ اس میں نفس خطبہ میں بعد حمد و صلوۃ کے لکھا ہے والسلام علیٰ ابی حنیفہ و احبابہ یعنی سلام نازل ہو حضرت ابو حنیفہ پر اور آپ کے احباب پر۔ اور ظاہر ہے کہ مرتبہ حضرات موصوفین کا جن کا نام نامی اوپر مذکور ہوا ہے، حضرت امام اعظم سے کم نہیں ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کے نزدیک بھی لفظ سلام کا ان بزرگوں کی شان میں بہتر ہے۔

اور حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ لفظ سلام غیر انبیاء کی شان میں کہنا چاہئیے۔ چنانچہ یہ حدیث ہے: علیہ السلام تحیۃ الموتیٰ۔ یعنی اموات کی شان میں علیہ السلام کہنا ان کے لئے تحفہ ہے یعنی بلا تخصیص ہر میت مسلمان کے لئے لفظ علیہ السلام کا تحفہ ہے تو اہل اسلام میں غیر انبیاء کی شان میں بھی علیہ السلام کہنا شرعاً ثابت ہے (فتاویٰ عزیزیہ ص ۲۳۵)

اس سے ظاہر ہے کہ لفظ علیہ السلام امام حسین علیہ السلام و اہل بیت اطہار علیہم السلام کے اسمائے گرامی کے ساتھ شرعاً جائز ہے اور بقول شاہ عبد الحق محدث دہلوی متقدمین کے نزدیک اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ لفظ علیہ السلام کہنا متعارف تھا۔

امام بخاری المتوفی ۲۵۶ ہجری، ابو داؤد المتوفی ۲۷۹ ہجری، حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ ہجری، علامہ کرمانی المتوفی ۷۹۶ ہجری، امام فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ ہجری، امام کلبی المتوفی ۲۰۴ ہجری، علامہ ابو بکر جصاص المتوفی ۳۷۰ ہجری، علامہ ابن عبد البر المتوفی ۴۶۳ ہجری، محب الدین طبری المتوفی ۶۹۴ ہجری، ابن اثیر جرری المتوفی ۶۳۰ ہجری، علامہ

ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ ہجری ، ابن عبد ربہ المتوفی ۳۲۸ ہجری ، قاضی ابو بکر باقلانی المتوفی ۴۰۳ ہجری ، علامہ ابن جوزی المتوفی ۵۹۵ ہجری ، امام غزالی المتوفی ۵۰۵ ہجری ، حافظ ابو نعیم اصبہانی المتوفی ۴۳۰ ہجری ، علامہ یاقوت حموی المتوفی ۶۲۶ ہجری ، ابن حجر مکی المتوفی ۹۷۴ ہجری ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ ہجری ، محمد قاسم نانوتوی دیو بندی وغیرہم تمام اپنی اپنی کتب و تصانیف میں اہل بیت اطہار کے اسماء کے ساتھ لفظ علیہ السلام لکھتے آئے ہیں ۔

جس سے ظاہر ہے کہ امام حسین اور اہل بیت اطہار کے اسماء کے ساتھ لفظ علیہ السلام لکھنا اور کہنا جیسے کہ شرعاً جائز ہے اسی طرح تعامل علمائے اسلام سے بھی ثابت ہے ۔ (فتاویٰ برطانیہ ص ۶۱ ، ۶۲ ، ۶۳)

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

واخرج ابن ابی حاتم والطبرانی و ابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ سلام علی آل یاسین قال نحن آل محمد آل یاسین ۔ (تفسیر در منثور ص ۲۸۶ ج ۵)

ابن ابی حاتم ، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد " سلام علیٰ آل یاسین " کے بارے میں فرمایا کہ وہ آل یاسین ہم آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی ہیں ۔

امام فخرالدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

و ذکر الفخرالرازی ان اهل بیتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یساوونہ فی خمسۃ اشیاء. فی السلام. قال (السلام علیک ایھاالنبی) و قال (سلام علی آل یاسین) و فی الصلاۃ علیہ و علیھم فی التشھد و فی الطھارۃ قال تعالیٰ: (طہ) ای : یا طاھر وقال (ویطھرکم تطھیرا) و فی تحریم الصدقہ. وفی المحبتہ قال تعالیٰ (فاتبعونی یحببکم اللہ) وقال (قل لااسئلکم علیہ اجراً الاالمودۃ فی القربیٰ) ۔ (صواعق محرقہ ص ۲۲۹)

اور فخرالدین رازی نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت پانچ چیزوں میں آپ کے ساتھ مساوی ہیں:

۱. سلام میں ۔ فرمایا ۔ السلام علیک ایھاالنبی اور فرمایا سلام علیٰ آل یاسین ۔
۲. صلوۃ میں ۔ کہ تشہد میں آپ پر بھی اور آپ کی آل پر بھی درود پڑھا جاتا ہے ۔
۳. طہارۃ میں ۔ فرمایا طٰہٰ یعنی اے طاہر اور فرمایا لیطہرکم تطہیرا ۔
۴. تحریم صدقہ میں ۔ کہ آپ پر اور آپ کی آل پر صدقہ حرام ہے ۔
۵. محبت میں فرمایا فاتبعونی یحببکم اللہ اور فرمایا قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ

معلوم ہوا کہ امام رازی علیہ الرحمہ ان مفسرین میں سے ہیں جو آل یاسین سے آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مراد لیتے ہیں ۔ اہل بیت پر سلام کہنے کو جائز کہتے ہیں بلکہ و فی الصلوۃ علیہ و علیھم کہہ کر صلوۃ کا جواز بھی پیش کر رہے ہیں ۔ امام رازی علیہ الرحمہ اہل بیت پر سلام کہنے کو صرف جائز ہی نہیں کہتے بلکہ عملی ثبوت بھی دے رہے ہیں ۔ چنانچہ آپ اپنی تفسیر کبیر کے اکثر و بیشتر مقامات پر اہل بیت کے افراد کے ساتھ علیہ السلام لکھتے ہیں ۔

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

سلام علی الیاسین (قرآن) سلام ہو الیاسین پر ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: سلام علی الیاسین قال نحن آل محمدؐ آل یاسین (ابن ابی حاتم ۔ طبرانی ۔ درمنثور) کہ سلام ہو الیاسین پر یعنی وہ آل یاسین ہم آل محمدؐ ہی ہیں ۔

ف: بعض نے سلام علیٰ آل یسین بھی پڑھا ہے لہذا مطلب صاف ہے ۔ کیونکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اسم مبارک یسین ہے ۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فقد نقل جماعتہ من المفسرین عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان المراد بذلک سلام علیٰ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔

کہ مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آل یاسین سے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہے ۔ (سفینۂ نوح حصہ اول ص ۵۱ ، ۵۲ ، امام پاک اور یزید پلید ص ۲۴۲، ۲۴۳)

علامہ حافظ عمادالدین ابن کثیر لکھتے ہیں

(سلام علی الیاسین) کما یقال فی اسماعیل اسماعین و ھی لغۃ بنی اسد ---- و یقال میکال و میکائیل و میکائین . و ابراھیم و ابراھام . واسرائیل و اسرائین و طور سیناء و طور سینین ----

و قراء آخرون (سلام علی الیاسین) وھی قرأۃ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۔ و قراء آخرون (سلام علی آل یاسین) یعنی آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۰ ج ۴)

سلام علی الیاسین ۔ جیسا کہ اسماعیل کو اسماعین کہا جاتا ہے اور یہ بنی اسد کی لغت ہے ۔ اور کہا جاتا ہے میکال ، میکائیل اور میکائین ، ابراہیم اور ابراہام ، اسرائیل اور اسرائین اور طور سیناء اور طور سینین ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اور ایک جماعت (قراء و مفسرین) نے اسے (سلام علی الیاسین) پڑھا ہے اور یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت ہے ۔

اور ایک دوسری جماعت (قراء اور مفسرین) نے اسے (سلام علی آل یاسین) پڑھا ہے یعنی آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔

حضرت سید ابو بکر بن شہاب الدین الحسینی الشافعی الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

و نقلہ النقاش عن الکلبی فقال سلام علی الیاسین علیٰ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذ سماہ اللہ تعالیٰ لیسین مثل یعقوب واسرائیل ۔ (رشفۃ الصادی ص ۲۴ ، امام پاک اور یزید پلید ص ۲۴۳)

نقاش نے کلبی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا سلام علی الیاسین سے مراد آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

سلام ہے ۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام لیسین رکھا ہے ۔ جیسے حضرت یعقوب کا نام اسرائیل بھی ہے (علیہ السلام) ۔

محقق دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

بالاتفاق اور علی الاطلاق غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے بالاستقلال تنہا سلام کو آج تک کسی نے ممنوع نہیں کہا اور اگر کسی نے ایسا دعویٰ کیا ہے تو اس کا تعاقب کیا گیا ہے ۔

۔۔۔۔۔۔۔۔ جلیل القدر علمائے متقدمین و متاخرین اور اکابر اہل سنت و فقہائے احناف میں ایسے محققین بکثرت ہوئے جن کے نزدیک اہل بیت اطہار و آئمہ کبار کے لئے مستقلاً "علیہ السلام" بولنا بلا کراہت جائز ہے ۔

بالخصوص اصول شاشی کی عبارت والسلام علیٰ ابی حنیفہ و احبابہ جو چھ سو سال سے دنیائے اسلام کے حنفی مدارس میں پڑھائی جا رہی ہے، مسلک مجوزین کی حقانیت کی ایسی روشن دلیل ہے جس سے انصاف پسند حضرات کے لئے تردد کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی ۔
(پندرہ روزہ السعید ملتان ۔ رحمتہ اللعالمین نمبر)

علامہ سلیمان بن ابراہیم الحسینی البلخی القندوزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ان التصلیۃ و التسلیمۃ علی الآل و الاصحاب ثابت فی کتاب اللہ و قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و قول الاصحاب الکرام (ینابیع المودۃ ص ۵) ۔ آل و اصحاب پر

صلوۃ و سلام پڑھنا قرآن مجید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات اور صحابہ کرام کے اقوال سے ثابت ہے۔

قرآن مجید کی آیات، سرکار دوعالم علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشادات اور اقوال صحابہ پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فمن ھذہ الآیات و الاحادیث علم ان لاتکون التصلیۃ والتسلیمۃ علی الانبیاء والملائکہ مختصاً لھم ----------

و انما نشاء ھذا القول باہنا مختصان للانبیاء والملائکہ من التعصب بعد افتراق الامۃ نسال اللہ ان یعصمنا عن التعصب۔ (ایضاً ص ٦)

ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ صلوۃ و سلام انبیاء کرام و ملائکہ کے ساتھ مختص نہیں --------

اور یہ قول کہ صلوۃ و سلام انبیاء و ملائکہ کے ساتھ خاص ہے، تعصب وعناد کی پیداوار ہے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں تعصب سے محفوظ فرمائے۔

و اخرج ابو نعیم الحافظ و جماعت المفسرین عن مجاهد و ابی صالح هما عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال: آلیاسین آل محمد و یاسین اسم من اسماء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔(ینابیع المودۃ ص ٦)

حافظ ابو نعیم اور جماعت مفسرین نے امام تفسیر مجاہد اور ابی صالح سے روایت کی ہے اور یہ دونوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: آل یاسین سے مراد آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور یاسین حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی میں سے ایک اسم ہے۔

و فی عیون الاخباز عن الریان بن الصلت قال : ان الامام علی بن موسی الکاظم کان فی مجلس المامون و قد سألہ عن تفسیر قولہ تعالی سلام علی آلیاسین قال : حدثنی ابی عن آبائہ عن امیر المومنین علی علیہم السلام قال : یاسین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و نحن آل یاسین فقالت العلماء الذین حولہ یاسین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم یشک فیہ واحد ثم قال الامام ان اللہ اعطی محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فضلاً عظیماً و ذالک انہ لم یسلم علی آل احد من الانبیاء الا آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال : سلام علی آل یاسین ان اللہ تبارک و تعالی قال : فی قصۃ الیاس النبی علیہ السلام سلام علی الیاسین لو کان مرادہ تعالی ھذاالنبی لقال سلام علی الیاس و ان قیل انہ تعالی سلم علی جمع الیاس فقلنا ان الیاس واحد لا متعدد مع انہ لو کان الیاس ثلاثۃ او اکثر لقال سلام علی الالیاسین بالمعرف باللام لان قاعدۃ الجمع بالتعریف باللام ۔
(ینابیع المودۃ ص ۷)

حضرت سیدنا امام علی رضا بن سیدنا امام موسیٰ کاظم (علیہما السلام) مامون الرشید کی مجلس میں تشریف فرما تھے ۔ اس نے آپ سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرمان " سلام علیٰ آلیاسین " کی تفسیر پوچھی آپ نے فرمایا: میرے والد ماجد نے مجھے بتایا اور انہوں نے اپنے آباء سے روایت کیا اور انہوں نے حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاسین ہیں اور ہم ال یاسین ہیں پس آپ کے اردگرد جو علماء تھے انہوں نے کہا کہ اس میں کسی نے بھی شک نہیں کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاسین ہیں ۔ پھر امام (علیہ السلام) نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فضل عظیم عطا فرمایا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبیوں میں سے کسی نبی کی آل پر سلام نہیں بھیجا سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کے (کہ اس پر سلام بھیجا) پس فرمایا" سلام علیٰ آل یاسین " ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت الیاس (جو کہ نبی ہیں) علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد فرمایا" سلام علیٰ الیاسین " اگر اللہ تعالیٰ کی مراد یہ نبی (الیاس علیہ السلام) ہوتے تو فرماتا سلام علیٰ الیاس اور اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام الیاسین (الیاس کی جمع) پر سلام بھیجا ہے تو ہم کہیں گے کہ الیاس تو واحد (ایک) ہیں متعدد نہیں اور اگر الیاس تین یا تین سے زیادہ ہوتے تو قاعدہ جمع کے مطابق جمع معرف باللام آتی اور اللہ تبارک و تعالیٰ یوں فرماتا " سلام علی الالیاسین " ۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

آخر میں ہم اس طویل بحث کو سمیٹتے ہوئے امام اہل سنت کا مسلک واضح کرتے ہیں تاکہ اتمام حجت ہو جائے اور سنی بریلوی کہلانے والے کے لئے مجال انکار باقی نہ رہے ۔

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے دیوان شریف حدائق بخشش حصہ دوم کی طرف آئیے جس میں آپ کا منظوم سلام موجود ہے جو عرب وعجم میں مشہور و معروف اور مقبول ہے نیز اسے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی شرف قبولیت حاصل ہے ۔

اس میں بکثرت اشعار ایسے ہیں جن میں اہل بیت اطہار و دیگر بزرگان دین رضی اللہ عنہم اجمعین پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بالاستقلال سلام بھیجا ہے ۔

صحابہ کرام خصوصاً خلفاء ثلاثہ ، ازواج مطہرات ، آئمہ اربعہ ، حضور سیدنا غوث اعظم ، اپنے پیران طریقت ، اساتذہ کرام ، ، ماں باپ بھائی بہن اہل و ولد و عشیرت حتیٰ کہ تمام اہل سنت بلکہ سرکار دوعالم علیہ الصلوۃ و السلام کی تمام امت پر مستقل سلام بھیج رہے ہیں۔

نمونے کے طور پر ہم صرف وہ گیارہ شعر ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں جن میں حضرت سیدہ کائنات ، حضور مولائے کائنات اور امامین کریمین شہزادگان مصطفیٰ (علیہم السلام) پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے مستقل سلام بھیجا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

اس بتول جگر پارہ مصطفیٰ
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

مرتضیٰ شیر حق اشجع الاشجعین
ساقی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

اصل نسل صفا وجہ وصل خدا
باب فصل ولایت پہ لاکھوں سلام

شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن
پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

وہ حسن مجتبیٰ سیدالاسخیاء
راکب دوش عزت پہ لاکھوں سلام

اوج مہر ھدیٰ موج بحر ندیٰ
روح روح سخاوت پہ لاکھوں سلام

شہد خوار لعاب زبان نبی
چاشنی گیر عصمت پہ لاکھوں سلام

اس شہید بلا شاہ گلگوں قبا
بیکس دشت غربت پہ لاکھوں سلام

در درج نجف مہر برج شرف
رنگِ روحی شہادت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش حصہ دوم ص ۳۱، ۳۲)

محقق دوراں رازی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اس مقام پر یہ کہنا انتہائی مضحکہ خیز ہوگا کہ یہ سلام بالتبع ہے بالاستقلال نہیں۔ کیونکہ بالتبع سلام وہ ہوتا ہے جو تابعین کے لئے مستقلاً نہ لایا جائے بلکہ مسلم علیہ متبوع پر تابعین کا عطف کر دیا جائے۔ جیسے سلام اللہ علیٰ نبینا وآلہ اجمعین کہ یہاں حضورؐ کی آل پر بالتبع سلام ہے اور اگر تابع کے لئے بھی لفظ سلام ذکر کر دیا جائے تو وہ سلام بالتبع نہ رہے گا اگرچہ متبوع پر تابع کا عطف بھی کر دیا جائے جیسے سلام اللہ علیٰ نبینا و سلام اللہ علیٰ آلہ کہ یہاں آلہ کا عطف نبینا پر ہے۔ لیکن چونکہ آل کے لئے لفظ سلام علیحدہ ذکر کر دیا گیا اس لئے اس سلام کو بالتبع نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ سلام بالاستقلال ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اشعار منقولہ بالا میں اہل بیت کے لئے مستقلاً لفظ سلام بار بار ذکر کیا گیا ہے لہذا یہ سلام قطعاً بالاستقلال ہے اس کو بالتبع کہنا کسی طرح

درست نہیں ہو سکتا۔ (المسعید ملتان رحمۃ اللعالمین نمبر)

ممکن ہے اس قدر تحقیق و وضاحت کے باوجود بھی کوئی سر پھرا ابھی رٹ لگائے رکھے کہ یہاں سلام بالتبع ہے اس لئے کہ شروع میں اس سلام کا عنوان اور پہلا شعر یوں ہے: ۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

لہذا ہم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کلام سے ایک اور شہادت پیش کئے دیتے ہیں جہاں فاضل بریلوی حضور مولائے کائنات جناب سیدنا حیدر کرار علیہ السلام پر مستقل سلام پڑھ رہے ہیں اور اس سے پہلے حضور علیہ الصلوۃ و السلام یا کسی اور پر سلام نہیں پڑھا۔ ملاحظہ فرمائیے:

عنوان ہے:

در منقبت حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

پہلا شعر:

السلام اے احمدت صہر و برادر آمدہ
حمزہ سردار شہیداں عم اکبر آمدہ

(حدائق بخشش حصہ دوم ص ۴۵)

تعامل علمائے اسلام

آئمہ اہل بیت اطہار کے اسماء گرامی کے ساتھ علیہ السلام لکھنا اور کہنا جس طرح کہ شرعاً جائز ہے اسی طرح تعامل علمائے اسلام سے بھی ثابت ہے ۔ ذیل میں ہم ان مشاہیر علمائے اسلام کے اسماء درج کر رہے ہیں جو اپنی تصانیف میں اہل بیت اطہار کے اسمائے گرامی کے ساتھ علیہ السلام لکھتے آئے ہیں ۔

امام بخاری ، امام ابو داؤد ، امام ترمذی ، امام نسائی ، ابن ماجہ قزوینی ، امام ابو جعفر طحاوی ، خطیب بغدادی ، امام فخرالدین رازی ، امام ابن جریر طبری ، علامہ کرمانی ، حافظ ابن حجر عسقلانی ، عبدالقاہر بن طاہر ابو منصور بغدادی ، علامہ ابن سعد ، امام کلبی ، علامہ ابو بکر جصاص ، سیف الدین آمدی ، علامہ ابن قتیبہ ، حافظ محب الدین طبری شافعی ، حافظ ابو نعیم اصبہانی ، علامہ ابن اثیر جرجری ، امام احمد بن حنبل ، امام حاکم ، حافظ ذہبی ، قاضی ابو بکر باقلانی ، حافظ مغرب علامہ ابن عبدالبر، علامہ ابن عبدربہ ، امام ابوالحسن واحدی ، ابن جوزی ، ابو حامد غزالی ، علامہ یاقوت حموی ، امام ابواسحاق ثعلبی ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ، حافظ نورالدین ہیثمی ، علامہ عبدالرؤف مناوی ، علامہ علی متقی ہندی ، امام ابن حجر مکی شافعی ، امام جلال الدین سیوطی ، امام بیہقی ، شاہ عبدالحق محدث دہلوی ، علامہ مومن مصری شبلنجی ، شیخ سلیمان بن ابراہیم حنفی قندوزی ، سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی ۔

علمائے دیوبند و اہل حدیث میں سے مندرجہ ذیل حضرات اپنی کتب میں آئمہ اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھتے ہیں ۔

مولانا احمد علی محدث سہارن پوری ، مولوی قاسم نانوتوی ، علامہ وحید الزماں ، شیخ محمد بن عبد اللہ علوی ، مولوی خرم علی ، مولوی عبدالحی لکھنوی ، علامہ سید سلیمان منصور پوری ، مولوی عبدالسلام ندوی ۔

اگرچہ ہم مزید عنوان قائم کر سکتے تھے تاہم ان آیات و احادیث کو بھی عنوان نہیں بنایا جو گذشتہ اوراق میں آچکی ہیں۔ وگرنہ حوالہ جات کی تعداد میں مزید اضافہ ہو جاتا نیز اعادہ و تکرار سے بچنے کے لئے ہم نے درج ذیل عنوانات بھی قائم نہیں کئے اس لئے کہ یہ حوالہ جات گذشتہ اوراق میں ضمناً گزر چکے ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، علامہ احمد قسطلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں، اسحاق بن ابراہیم نظام الدین شاشی فرماتے ہیں۔

گو مسئلہ زیر بحث کے متعدد پہلو اور مختلف گوشے ابھی مخفی ہیں تاہم منصف مزاج قاری کے لئے یہی کافی اور اطمینان قلب کے لئے وافی ہو گا۔ لیکن جن کے سینوں میں بغض و عناد اہل بیت کی آگ بھڑک رہی ہے، بقول " خود کردہ را علاج نیست" وہ اپنی ہی لگائی ہوئی اس آگ میں ہمیشہ جلتے رہیں گے۔

اب اپنے ہی عناد کے شعلوں میں آپ جل
کس نے تجھے کہا تھا کہ جلتی پہ تیل ڈال

میری یہ چند سطور اہل بیت اطہار کی بارگاہ تقدس مآب میں بطور نذرانہ پیش کئے جانے کے لائق تو نہیں کہ کہاں ان کی بارگاہ عظمت پناہ اور کہاں مجھ جیسا حقیر رو سیاہ تاہم سائل کو خالی دامن واپس لوٹانا بھی ان کی عادت کریمہ سے بعید ہے۔ لہذا امید واثق ہے کہ وہ اس نذرانہ عقیدت و محبت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالیں گے اور یوں میری نجات کا سبب بن جائے گا۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

اظہار سپاس

جن کرمفرماؤں نے ہنایت خوشدلی سے مخلصانہ تعاون فرمایا ان کا ذکر نہ کرنا بعید از انصاف ہو گا۔ بعض لوگ اس کے اظہار سے ہچکچاتے ہیں مگر اعتراف حقیقت اور اس کا اظہار ایک ارفع و اعلیٰ انسانی صفت ہے۔ نیز بموجب حدیث " من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ " جس نے لوگوں کا شکریہ ادا ہنیں کیا اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔

فقیر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے حضرت علامہ پیر سید زاہد حسین شاہ صاحب رضوی صدر مرکزی جماعت اہل سنت برطانیہ و مہتمم جامعہ فاطمیہ نوٹنگھم کا شکر گذار ہے جنہوں نے فقیر کی اس کاوش کو از اول تا آخر بالاستیعاب پڑھا۔ اپنی قیمتی اور مفید آراء سے نوازا اور تصدیق فرماتے ہوئے اس کا مقدمہ لکھ کر عنایت فرمایا جو کہ کتاب کے آغاز میں تقدیم کے عنوان سے شائع کیا جا رہا ہے۔

علاوہ ازیں فقیر انجمن خدام قادریہ کے جملہ اراکین کا بالعموم اور انجمن کے روحِ رواں جناب خلیفہ حاجی لیاقت علی صاحب قادری الحیدری اور صوفی مشتاق احمد صاحب قادری (لیوٹن) اور سید قمر علی شاہ صاحب (لندن) کا بالخصوص شکر گزار ہے کہ انہوں نے فقیر کی اس تالیف کی طباعت واشاعت کی ذمّہ داری اٹھائی اور پھر اسے انتہائی احسن طریقے سے نبھایا۔

محمد تاج رفعت صاحب آف [illegible] نے انتہائی محنت اور جانفشانی سے بذریعہ کمپیوٹر کتابت فرمائی۔ غلام مصطفےٰ آغا صاحب / طاہر کمال صاحب قادری اور اکبر خان صاحب نے طباعت کے سلسلے میں خصوصی تعاون [illegible]

مولا کریم سب کی محنت قبول فرمائے اور ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

Darul - Uloom Qadria Jilania.	۱. دارالعلوم قادریہ جیلانیہ
12 East Avenue,	۱۲ ایسٹ ایونیو
Waltham Stow - E 17.	والتھم سٹو - ای ۱۷
Jamia Masjid Ghousia,	۲. جامعہ مسجد غوثیہ
Lea Bridge Road,	لی برج روڈ
Leyton - E 10.	لیٹن - ای ۱۰

تاریخ اشاعت: یکم شعبان المعظم سنہ ۱۴۱۴ہ ہجری

بمطابق ۱۳ جنوری سنہ ۱۹۹۴ء

ہدیہ: دعائے خیر بحق مؤلف و معاونین

۱. دارالعلوم قادریہ جیلانیہ — Darul - Uloom Qadria Jilania.

۱۲ ایسٹ ایونیو — 12 East Avenue,

والتھم سٹو - ای ۱۷ — Waltham Stow - E 17.

۲. جامعہ مسجد غوثیہ — Jamia Masjid Ghousia,

لی برج روڈ — Lea Bridge Road,

لیٹن - ای ۱۰ — Leyton - E 10.

تاریخ اشاعت: یکم شعبان المعظم سنہ ۱۴۱۴ ہجری

بمطابق ۱۳ جنوری سنہ ۱۹۹۴ء

ہدیہ: دعائے خیر بحق مؤلف و معاونین

۷۸۶

ناصبی رالبغض تو سوئے جہنم رہ نمود
رافضی را از حب کاذب در سقر در آمدہ
(فاضل بریلوی)

سیف القادری علیٰ عنق الناصبی

تالیف

سید اشتیاق حسین شاہ القادری الجیلانی
دارالعلوم قادریہ جیلانیہ، والتھم سٹو لندن

ناشر:- انجمن خدام قادریہ. والتھم سٹو- لندن